نادیۃ الفضلاء مبارکپور کا دینی و علمی ترجمان

دوماہی برقی رسالہ

ندائے فضلاء

سرپرست

حضرت مولانا مفتی احمد الراشد صاحب قاسمی مبارکپوری

مدیر

محمد سالم قاسمی سریانوی

معاون

حبیب الرحمن اعظمی محمد احمد سکندر قاسمی

نادیۃ الفضلاء مبارکپور اعظم گڑھ یوپی انڈیا

نادیۃ الفضلاء مبارکپور کا دینی وعلمی ترجمان

دوماہی برقی رسالہ

ندائے فضلاء

جلد نمبر: ۲ | جمادی الثانیہ، رجب ۱۴۴۳ھ مطابق جنوری، فروری ۲۰۲۲ء | شمارہ نمبر: ۱

سرپرست

حضرت مولانا مفتی احمد الراشد صاحب قاسمی مبارکپوری

مدیر

محمد سالم قاسمی سریانوی

معاون

حبیب الرحمن اعظمی محمد احمد سکندر قاسمی

مجلس ادارت

مولانا خالد سعید صاحب قاسمی

مولانا عبد الوافی صاحب قاسمی

مولانا محمد یوسف صاحب قاسمی

مولانا محمد شاہد صاحب مظاہری

مولانا مرغوب الرحمن صاحب قاسمی

مجلس مشاورت

مولانا محمود الحسن قاسمی

مولانا طاہر انوار صاحب قاسمی

مولانا عبد العظیم صاحب قاسمی

مولانا عبد اللہ صاحب احیائی

مولانا شمیم انظر صاحب مظاہری

شائع کردہ

نادیۃ الفضلاء مبارکپور اعظم گڑھ یوپی انڈیا

فہرستِ مضامینؒ

ضروری گزارش

ندائے الفضلاء کے اراکین سے خصوصا اور جملہ قارئین سے عموما گزارش ہے کہ رسالہ کو پڑھنے کے بعد اپنی گراں قدر آراء اور خیالات سے ضرور آگاہ کریں؛ تاکہ ہم رسالہ کو مزید بہتر کرسکیں، جہاں کمی یا غلطی محسوس ہو بلا تکلف مطلع فرمائیں، اراکین مجلس ادارت آپ کے شکر گزار ہوں گے۔

ای میل:

salimmubarakpuri@gmail.com

واٹس ایپ نمبر: 9307491417, 8090707844

ٹیلی گرام لنک: t.me/nedayefuzala

ندائے اولیں!

مدیر کے قلم سے

تمام تر تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے سزاوار ہیں، جن کے امر اور خلق سے تمام چیزوں کا وجود ہوتا ہے، وہی ذات سب سے عظیم الشان اور محترم ہے، ہم ہر چیز میں اس کے محتاج ہیں، آج سے ایک سال قبل ہم نے محض اسی کے فضل اور ارادہ سے ''ندائے فضلاء'' کا پہلا ''برقی شمارہ'' نکالا تھا، لیکن سوئے قسمت کہ اس کے اگلے شمارے لاکھ کوششوں کے باوجود شائع نہیں ہوسکے، حالاں کہ درمیان میں کئی بار کوشش بھی کی گئی، لیکن نتیجہ ہر بار صفر رہا، اس تعلق سے راقم السطور سراپا معذرت خواہ ہے کہ میں اپنے مشن اور ارادہ کو عملی جامہ پہنانے میں ناکام رہا، لیکن اس کے باوجود ارادے میں کبھی بھی تزلزل نہیں آیا، ہمیشہ یہ ارادہ رہا کہ اس کے لیے مستقل کوشش جاری رہے گی اور رسالہ کی اشاعت بہر حال کی جائے گی، اس میں پیچھے نہیں ہٹنا ہے، خواہ اس کے لیے کتنی ہی جد و جہد کرنا پڑے۔

چناں چہ اللہ کے فضل و کرم کی یاوری اور اپنے ارادے میں استقلال کی بنیاد پر ٹھیک ایک سال کے بعد نیا شمارہ آپ حضرات کی خدمت میں عجز و انکساری کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے، اس امید کے ساتھ کہ آپ حضرات میری معذرت کو قبول فرمائیں گے اور اس نئے شمارہ کو بشاشت کے ساتھ قبول فرما کر ہم جیسے خاموں کی حوصلہ افزائی کریں گے اور نئی نسل بالخصوص وہ نئے فضلاء جو کچھ لکھنا چاہتے ہیں ان کی تشجیع میں کوتاہی سے کام نہیں لیں گے۔ والعذر عند كرام الناس مقبول.

یہ شمارہ نئے سال یعنی 2022ء سے شروع ہو رہا ہے، اور اگر خدا کی مدد اور اپنے رفقاء کا تعاون شامل حال رہا تو ان شاء اللہ رسالہ نکالنے میں پریشانی نہیں ہوگی، آج کل مضامین لکھنے والوں کی بہتات ہے، لیکن پھر بھی مضامین کی دستیابی کارِ دشوار ہے، قارئین کو یاد دلانا مناسب ہوگا کہ یہ رسالہ ''نادیۃ الفضلاء'' کا ترجمان ہے، ''نادیۃ الفضلاء'' ایک دینی و علمی تنظیم تھی، جو مبارک پور و سواد مبارک پور کے ہر اس فرد کو شامل تھی جو کسی ادارے کا فارغ التحصیل ہو، اسی تنظیم کے تحت یہ رسالہ جاری ہوا تھا، اس رسالہ میں ہر وہ شخص اپنے مضامین دے سکتا تھا جو مبارک پور و سواد مبارک کا ہو اور درس نظامی کا فارغ ہو، اس کا مقصد جہاں علمی، دینی، ادبی اور اصلاحی خدمات کی انجام دہی تھی، وہیں پر مبارک پور کے نئے فضلاء کو قلم و کتاب سے وابستہ کرنا اور ان کو ایک پلیٹ فارم مہیا کرانا تھا، تا کہ تحریر کے میدان میں بھی یہ اپنے کو کمتر نہ سمجھیں اور علم دوست افراد کو اپنی سوچ و فکر سے آگاہ کرسکیں۔

قصہ مختصر! ہم نے ایک بار پھر سے شمع جلانے کی کوشش کی ہے، جس کا دوام واستقرار آپ کے ہاتھوں میں ہے، اگر خدا کا فضل، اکابر کی سرپرستی اور احباب کا تعاون شامل رہا تو اس کی رفتار بڑھتی ہی جائے گی اور ایک دن یہ علم وآگہی کا روشن مینار ہوگا۔ ان شاء اللہ

آگاہی اور اضافۂ علم کے لیے پچھلے شمارہ کے اداریہ کا وہ حصہ قارئین کی نذر کرنا مفید معلوم ہوتا ہے جس میں اس رسالہ اور تنظیم کی بابت کچھ باتیں لکھی گئی تھیں، تا کہ آپ ان کو سامنے رکھ کر اس رسالہ کا مطالعہ کر سکیں:

''ندائے فضلاء'' قصبہ مبارک پور اعظم گڑھ اتر پردیش کے علماء وفضلاء کا ایک دو ماہی رسالہ تھا، جو آج سے تقریباً ۳۵ رسال پہلے شروع ہوا تھا، اس رسالہ کا پہلا شمارہ محرم الحرام وصفر المظفر ۱۴۰۷ھ مطابق ستمبر واکتوبر ۱۹۸۶ء میں نکلا تھا، بعد میں یہ رسالہ پابندی کے ساتھ ہر دو ماہ پر نکلتا رہا، لیکن محض پانچ سال کی مدت میں یہ رسالہ بند ہوگیا، بند ہونے کی وجوہات کیا تھیں، اس بارے میں تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن اس کے بند ہونے کا جو نقصان ہوا وہ میری سوچ سے ماوراء ہے۔

یہ رسالہ ''نادیۃ الفضلاء'' نامی تنظیم کے تحت جاری ہوا تھا، ''نادیۃ الفضلاء'' ایک وسیع الفکر، معتدل اور اثر انداز تنظیم تھی، جس کا رکن ہر وہ شخص تھا، جو قصبہ مبارک پور اعظم گڑھ کا باشندہ ہو اور کسی مدرسے سے فارغ التحصیل ہو، اس تنظیم کے ماتحت ایک ''اسلامی لائبریری'' بھی قائم تھی، جس میں مختلف علوم وفنون کی بیش بہا کتابیں تھیں، لیکن تنظیم کی بند ہوجانے کی وجہ سے وہ کتابیں اِدھر اُدھر منتقل ہوتی رہیں، پر ابھی بھی وہ موجود ہیں، ضرورت ہے کہ نئی نسل ان کی حفاظت کا انتظام کرے۔

ہم نے زمانۂ طالب علمی میں مذکورہ تنظیم اور رسالہ کا نام وقتاً فوقتاً سنا تھا، اسی وقت سے یہ احساس تھا کہ کاش یہ تنظیم بحال ہوجائے، اِدھر جب جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور اعظم گڑھ میں بندہ کا تدریسی سلسلہ شروع ہوا تو پھر بجھے ہوئے احساس نے انگڑائی لینا شروع کیا، کبھی کبھار اس پر احباب کے مابین تبادلۂ خیال بھی ہوتا رہا، پر ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ بیتتے چند مہینوں میں ہم نے بطور خاص ان اکابر علماء سے اس بابت ملاقاتیں کیں جو اُس وقت اس کی بنیاد میں شامل رہے اور جنہوں نے اس کے لیے جد وجہد کی، ملاقاتوں میں تبادلۂ خیال ہوتے رہے، بیشتر اکابر نے حوصلہ افزائی فرمائی، اس حوالے سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہم نے مبارک پوری علماء وفضلاء کو جوڑنے اور ان کو مجتمع کرنے کے لیے واٹس ایپ کا انتخاب کیا، چناں چہ رابطہ کر کے واٹس ایپ پر ''نادیۃ الفضلاء'' نام سے ایک گروپ تشکیل دیا گیا، الحمد للہ اس میں علماء وفضلاء کی ایک تعداد جمع ہو چکی ہے، پر اب بھی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو شامل نہیں ہوسکی ہے، کوششیں جاری ہیں، بعض مسائل سے بھی سامنا کرنا پڑ رہا ہے، بہر حال ہم نے گروپ سے توسط سے گفتگو کی، شفوی ملاقاتوں کا سلسلہ بھی جاری

رہا، اس ضمن میں ہمارے سامنے دو چیزیں تھیں، ایک تنظیم کا احیاء، دوسرے رسالہ کا اجراء، مختلف اوقات میں تبادلۂ خیال کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ سرِ دست رسالہ کی اجراء کی کوشش کی جائے۔

چناں چہ اس پر غور وخوض کے لیے ۱۵؍جمادی الاولی ۱۴۴۲ھ مطابق ۳۱؍دسمبر ۲۰۲۰ء پنجشنبہ کو ایک نشست رکھی گئی، یہ نشست بعد نماز مغرب جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور کی قدیم عمارت میں منعقد ہوئی، نشست کی صدارت ہم سب کے مربی ومحسن فقیہ بے مثال حضرت مولانا مفتی احمد الراشد صاحب قاسمی مبارک پوری، استاذ حدیث جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور وجنرل سکریٹری جمعیۃ علماء مبارک پور نے فرمائی، اس نشست میں غور وخوض کے بعد یہ طے پایا کہ فی الحال ''ندائے فضلاء'' ہی کے نام سے ایک برقی رسالہ نکالا جائے، چوں کہ مطبوعہ شکل میں رسالہ کا نکالنا بظاہر آسان نہیں معلوم ہو رہا تھا، ساتھ ہی جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور سے ایک دوماہی رسالہ بھی جاری ہے؛ اس لیے غور وخوض کے بعد یہی طے ہوا کہ فی الحال برقی طور یہ رسالہ جاری کیا جائے، آگے حالات کے اعتبار سے تبدیلی کی جا سکتی ہے، اس نشست میں طے ہوا کہ انگریزی سال نو یعنی ۲۰۲۱ء سے یہ رسالہ شروع ہو جائے، اس کے لیے مختلف عہدہ داروں کا انتخاب عمل میں آیا تاکہ کام کرنے میں سہولت ہو۔

اس رسالہ کے بنیادی مقاصد میں قرآن وحدیث کی نشر واشاعت، اسلامی عقائد کی حفاظت، باطل فرقوں کا نصوص شرعیہ کی روشنی میں تعاقب، فضلائے مبارک پور کے لیے صحافتی پلیٹ فارم کی فراہمی اور الیکٹرانک میڈیا وسماجی ذرائع کا صحیح اور مثبت استعمال کرنا ہے۔

اس وقت ہم یوپی الیکشن کی گہما گہمی سے گزر رہے ہیں، الیکشن کی تاریخوں کا اعلان ہو چکا ہے، ہر محفل میں، ہر نکڑ پر، ہر چائے خانہ میں اور ہر نشست میں الیکشن کی بات ہو رہی ہے، الیکشن پر تبصرے ہو رہے ہیں، واقعی میں یوپی الیکشن بہت اہمیت کا حامل ہے، یہیں سے دہلی کا راستہ صاف ہوتا ہے کہ وہاں کرسی پر کون براجمان ہوگا؟ سیاسی تجزیہ نگار اپنی مصروفیات میں مگن ہیں، ماہرین و دوربیں لوگ اپنے مشوروں سے لوگوں کو مستفید کر رہے ہیں، اہل سیاست ووٹروں کو اپنے حق میں کرنے کے لیے مختلف قسم کے ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں، البتہ عوامی اجلاس پر پابندی ہے، چوں کہ 7؍جنوری کو ہی الیکشن کمیشن نے ''ضابطۂ اخلاق'' کے نفاذ کا اعلان کر دیا تھا، اسی لیے اب ''ورچوئل میٹنگوں'' اور ''پریس کانفرنسوں'' کا انعقاد ہو رہا ہے۔

یہاں یہ بات بہت اہم ہے کہ ''یوپی الیکشن'' میں مسلمانوں کا کردار کیا ہوگا؟ وہ قومی سیاست میں کہاں تک اپنا دباؤ ڈال سکتے ہیں؟ اس الیکشن کے نتائج پر مسلمانوں کے ووٹوں سے کیا فرق پڑے گا؟ یہ کس پارٹی کو ووٹ دیں گے اور کس کو کرسی تک پہنچانے میں مدد دیں گے؟؟

صوبائی سطح پر جب یہ خیال آتا ہے تو سوائے پشیمانی اور افسوس کے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا ہے، اس لیے کہ اس الیکشن سے قبل یہ بات تقریباً واضح ہو چکی ہے کہ مسلمانوں کے ووٹ کی کوئی حیثیت اور ضرورت نہیں رہی ہے، نہ ہی ان پارٹیوں کو ضرورت ہے جو آر ایس ایس کے ایجنڈے پر کام کرتی ہیں اور نہ ہی ان پارٹیوں کو ضرورت ہے جو سیکولر کہی جاتی ہیں، حال یہ ہے کہ مسلمانوں کو حاشیہ پر ڈال دیا گیا ہے، نہ کوئی پوچھنے والا اور نہ کوئی گھاس ڈالنے والا!

مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ان کے مابین آپسی انتشار، نا اتفاقی، عدم اتحاد اور باہمی چپقلش عروج پر ہے، کوئی کسی پارٹی کی حمایت میں دوسرے پر کیچڑ اچھال رہا ہے، تو کوئی کسی پارٹی کی تائید میں مسلمان بھائیوں کا گریبان پھاڑ رہا ہے، کوئی مسلم پارٹی کے نام پر دوسروں کو بدنام کر رہا ہے، تو کوئی اور کچھ.......

یہ الیکشن پورے ملک کے لیے اہم تو ہے ہی، مسلمانوں کے لیے بھی بہت اہم ہے، اس لیے کہ برسر اقتدار پارٹی دوبارہ زمام حکومت کے لیے انتھک کوشش میں ہے تاکہ وہ بہر حال حکومت پر قابض رہے اور قابض رہ کر اپنے ناپاک عزائم کو عملی جامہ پہنا سکے، دوسری طرف بہت سی سیکولر کہی جانے والی پارٹیاں بھی میدان میں ہیں، تاکہ وہ بھی جیت درج کر کے ایک بار پھر حکومت بنا سکیں، ایسے میں مسلمانوں کے لیے بہت اہم ہو جاتا ہے کہ وہ غور و فکر اور ہوش و حواس کے ساتھ کام کریں، تاکہ ذرا سی غفلت سے دوسرے لوگ فائدہ نہ اٹھا سکیں، بہر حال ملک کے مختلف صوبوں کی طرح یوپی میں بھی اس کا رونا ہے کہ مسلمانوں کی کوئی مضبوط سیاسی پارٹی نہیں ہے، جس کے ذریعہ اپنے مسائل کا حل کیا جاسکے، کچھ علاقائی پارٹیاں ضرور ہیں، لیکن ان کے مابین اتحاد و اتفاق کا فقدان ہے، باہمی رائے مشورہ کی کمی ہے، البتہ خوش آئند بات ہے کہ بہت حد تک مسلمانوں میں سیاسی شعور بیدار ہو رہا ہے، لیکن اس کو مستحکم کرنے اور ٹھوس نظام کے تحت لے کر چلنے کی ضرورت ہے، تاکہ مستقبل کے اعتبار سے فائدہ اٹھایا جاسکے، ورنہ وقتی جوش و جذبہ کارآمد ہونے سے زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔

مولانا قاری حسین احمد صاحب مبارک پوری قاسمیؒ

مفتی محمد صادق صاحب قاسمی، رفیق نادیۃ الفضلاء وصدر المدرسین مدرسہ نورالاسلام ولید پور

مشہور علمی، دینی درس گاہ جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی کے روح رواں، خطۂ مشرق میں تعلیمی بیداری کے سالارِ قافلہ، سنت وشریعت کے انوار سے تابناک کرنے والے محی السنہ حضرت مولانا شکراللہ صاحب مبارک پوریؒ کے ارد گرد مخلص رجال کی ایک جماعت رہتی تھی، جو مالی اور جانی قربانیاں دینے کے لیے ہمہ تن مستعد رہتی تھی، انھیں میں مولانا فقیر اللہ صاحب مبارک پوریؒ کا نام نمایاں ہے۔

مولانا فقیر اللہ صاحب مبارک پوریؒ کے پوتے مولانا قاری حسین احمد صاحب مبارک پوری ۱۰؍جنوری ۲۰۲۱ء بروز یک شنبہ ۱۰؍بجے دن میں دس دنوں کی شدید علالت کے بعد ہمیں داغ مفارقت دے کر رب کریم کے حضور پہونچ گئے۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون**

ان کی نماز جنازہ وتدفین اسی دن بعد نماز عشاء قدیم قبرستان اونچی تکیہ محلہ پورہ دیوان، مبارک پور میں ہوئی، نماز جنازہ جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب مبارک پوری دامت برکاتہم نے پڑھائی، اور صبر وتسلی کے کلمات مولانا مفتی محمد یاسر صاحب ناظم اعلی احیاء العلوم نے کہے۔

قاری صاحب مرحوم کا سلسلہ نسب درج ذیل ہے:

مولانا قاری حسین احمد بن جناب عبد المجید بن مولانا فقیر اللہ بن حاجی خدا بخش بن شیخ جمعیت۔

تاریخ ولادت کیا ہے، اس کا تو علم نہیں ہے، ہاں یہ بتایا جاتا ہے کہ ان کی عمر ۸۵؍سال کے لگ بھگ تھی۔

آپ نے ایک خوش حال اور متمول خاندان میں آنکھیں کھولیں تھیں، والد صاحب ۱۹۴۷ء سے پہلے سے شہر بنگلور میں تجارت کرتے تھے، اور بنگلور ہی میں ۲۹؍جنوری ۱۹۷۶ء کو انتقال کیا۔

قاری صاحب مرحوم نے ابتدائی اور متوسطات کی تعلیم وتربیت جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور میں پائی، اس دور میں جامعہ میں جو نابغۂ روز شخصیات کار تدریس سے منسلک تھیں، ان میں سے چند نام یہ ہیں:

حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب مبارک پوری (المتوفی ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء) حضرت مولانا بشیر احمد صاحب مظاہری مبارک پوری (المتوفی ۱۴۰۴/ ۱۹۸۴ء) حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رسول پوری (المتوفی ۱۳۸۷/ ۱۹۶۷ء) حضرت مولانا محمد عثمان صاحب ساحرؔ مبارک پوری (المتوفی ۱۴۱۳/ ۱۹۹۳ء) حضرت مولانا شمس الدین صاحب الحسینی (المتوفی ۱۴۲۱/ ۲۰۰۰ء) حضرت عبد المنان صاحب باسوپاری (المتوفی ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء)

اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے دار العلوم دیوبند کا رخت سفر باندھا، اور وہاں داخل ہو کر درج ذیل

اساتذۂ عظام کے علوم ومعارف سے مستفیض ہوکر ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء میں فراغت حاصل کی:

حضرت مولانا سید فخرالدین صاحب مرادآبادی (المتوفی ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء) حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی (المتوفی ۱۳۸۷/ ۱۹۶۷ء) حضرت مولانا سید فخرالحسن صاحب مرادآبادی (المتوفی ۱۴۰۰/ ۱۹۸۰ء) حضرت مولانا ظہور احمد صاحب)المتوفی ۱۳۸۳ھ) حضرت مولانا بشیر احمد خان صاحب بلند شہری (المتوفی ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء) حضرت مولانا جلیل احمد صاحب کیرانوی (المتوفی ۱۳۸۸/ ۱۹۶۸ء) حضرت مولانا عبدالاحد صاحب دیوبندی (المتوفی ۱۳۹۹/ ۱۹۷۸ء)

آپ کے دورۂ شریف کے رفقاء میں مولانا عبدالستار صاحب معروفیؒ استاذ جامعہ حسینیہ جون پور، مولانا عزیز الرحمٰن صاحب بھیرہ ولید پور، مولانا اعجاز احمد صاحب الحسینی مئوی ،مولانا نذیر احمد صاحب مئوی، مولانا عبدالودود صاحب معروفی وغیرہم ہیں۔

رسمی فراغت کے بعد اسلاف کے طریقہ پر چلتے ہوئے کارِتدریس کو زندگی کا مشغلہ بنایا،مگر افسوس کہ زیادہ سالوں تک یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا،دو چار ہی سال تک محدود رہا۔آپ کے چند نام ورتلامذہ درج ذیل ہیں:

حضرت مولانا توفیق احمد صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ حسینیہ جون پور۔حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمیؒ نہ معلوم کن اسباب کی بنا پر تدریسی سلسلہ کو موقوف کردیا،اور تجارتی مصروفیات میں لگ گئے،اور بنگلور تجارت کے لیے آمدورفت رکھتے تھے،اور بیسوں سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

اِدھر بیس پچیس سال سے مستقل طور پر گھر ہی پر مقیم تھے،درازیٔ عمر کی کمزوری اور ضعف تھا،مگر نماز روزہ اور معمولات کی پوری پابندی تھی۔قاری صاحب کے محلہ سے راقم کا گزر ہوتا تھا،نماز کے اوقات پر مسجد آتے،جاتے ملاقات ہوتی تھی،علیک سلیک ہوتا تھا۔

جس زمانہ میں یہ راقم جامعہ عربیہ احیاء العلوم کے دارالافتاء میں حقیر خدمت انجام دے رہا تھا،قاری صاحب دارالافتاء میں تشریف لاتے تھے،ہم لوگ ان کی دیدوزیارت سے مشرف ہوتے تھے،استاذنا المکرم حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب سے علمی سوالات کیا کرتے تھے۔اور کبھی کبھی اس راقم سے بھی سوال فرماتے تھے۔

قاری صاحب مرحوم احیاء العلوم میں والد گرامی حضرت مولانا جمیل احمد صاحب قاسمی مدنیؒ کے ہم درس تھے-اگرچہ دارالعلوم دیوبند کے آخری سال میں ہم درس نہیں تھے-والد صاحب سے بڑے گہرے تعلقات تھے،مولانا مرحوم ہمارے غریب خانہ پر تشریف لاتے تھے۔اور پرانی باتیں ہوتی تھیں،گھنٹوں مجلس جمی رہتی تھی۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے،ان کی لغزشوں کو درگزر فرمائے،ان کی سیئات کو حسنات سے مبدل فرمائے،اور جنت الفردوس ان کا مستقر بنائے اور روح وریحان کی ان پر بارش فرمائے۔

اسبال ازار: احادیث کی روشنی میں

مولانا محمد احمد سکندر قاسمی، نائب مدیر و استاذ مدرسہ تعلیم الاسلام جامع مسجد شہر اعظم گڑھ

اسلام جامع دستور حیات ہے، اسکی تعلیمات ہر شعبۂ زندگی کو محیط ہے، زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق اسلامی تعلیمات موجود ہیں، اسلام کی تعلیمات ایمانیات، عبادات، معاشرات اور اخلاقیات وغیرہ پر مشتمل ہے، اسلام نے جس طرح کھانے پینے اور رہنے سہنے کے اصول بتائے ہیں اسی طرح کپڑے پہننے کے سلسلے میں بھی مکمل رہنمائی فرمائی ہے، کپڑے پہننے کے سلسلے میں ھادئ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ طریقہ، آپ کی تعلیمات، تعلیمات نبویہ موجود ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی لباس کا ایک مضبوط و محکم ضابطہ یہ بیان فرمایا کہ مردوں کا کپڑا، ازار، تہبند، پاجامہ، پینٹ ٹخنوں سے نیچے نہیں ہونا چاہئے، اسبال ازار، ٹخنے سے نیچے ازار، پاجامہ، پینٹ، لنگی یا کوئی بھی لباس پہننا حدیث کی رو سے ممنوع ہے، گناہ کبیرہ ہے، احادیث شریفہ میں اس کے بارے میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، یہ اسبال ازار غرور و تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے، تکبر کی علامت ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَار ؛ فَإِنَّهَا مِنَ الْمَخِيلَةِ ، وَإِنَّ اللَّهَ لَايُحِبُّ الْمَخِيلَةَ''(۱)

اسبال ازار سے بچو کیونکہ یہ تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتے۔

''عَنِ الْعَلَاءِ بْن عَبْدِ الرَّحْمَن، عَنْ اَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ لِاَبِي سَعِيدٍ: هَلْ سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فِي الْإِزَارِ؟ قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِزارَةُ الْمومِنِ إِلَى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ، لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ، وَمَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فِي النَّارِ، يَقُولُ ثَلَاثًا: لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا''.(۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: مومن کا ازار (تہبند) نصف ساق، آدھی پنڈلی (درمیانی پنڈلی) تک ہو، نصف ساق (آدھی پنڈلی) اور ٹخنوں کے درمیان ہو تو اس میں حرج نہیں ہے، گناہ نہیں ہے اور جو ٹخنے سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہے (یعنی اس کا نتیجہ جہنم ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس آدمی کی طرف نگاہ نہیں فرمائیں گے جو تکبر کے طور پر اپنا ازار (تہبند) ٹخنے سے نیچے لٹکاتا ہے۔

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ مومن مرد کے لئے اولی اور بہتر یہ ہے کہ ازار، تہبند، پاجامہ اور پینٹ نصف ساق، آدھی پنڈلی تک ہو، اور ٹخنوں کے اوپر تک ہو تو اس میں گناہ نہیں ہے، یہ جائز ہے، لیکن ٹخنے سے نیچے جائز نہیں، اسپر سخت گناہ ہے، جہنم کی وعید ہے اور از روئے تکبر ٹخنے سے نیچے تہبند، کپڑا پہننے والوں کی طرف اللہ تعالیٰ یوم قیامت نگاہ رحمت نہیں فرمائیں گے جبکہ اس دن ہر بندے کو رحمت خداوندی کی ضرورت ہوگی۔

ایک حدیث میں لباس کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے یا زمین پر گھسیٹ کر چلنے والے کو ان تین لوگوں میں شمار کیا گیا ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ بات کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا۔ اور ان کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔ (۳)

مردوں کے لئے ٹخنوں سے اوپر لنگی، پینٹ، پاجامہ وغیرہ پہننا ضروری ہے، نصف پنڈلی، آدھی پنڈلی تک رکھنا مسنون ہے، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکی ترغیب منقول ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی نصف پنڈلی تک ازار پہنا کرتے تھے۔

عن ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: مَرَرْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي إِزَارِي اسْتِرْخَاءٌ، فَقَالَ: "يَا عَبْدَ اللَّهِ، ارْفَعْ إِزَارَكَ ". فَرَفَعْتُهُ، ثُمَّ قَالَ: "زِدْ ". فَزِدْتُ، فَمَا زِلْتُ اَتَحَرَّاهَا بَعْدُ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ : إِلَى اَيْنَ؟ فَقَالَ: اَنْصَافِ السَّاقَيْنِ.(۴)

حضرت ابن عمر رض فرماتے ہیں کہ میرا گذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا اور میرا تہبند (ٹخنوں سے) نیچے لٹک رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ اپنا تہبند اوپر کر، میں نے اوپر کر لیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور زیادہ کر میں نے اور زیادہ کر لیا اس کے بعد میں ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہوں، لوگوں نے پوچھا تہبند کہاں تک ہونا چاہئے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نصف پنڈلی تک۔

عنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: اَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَضَلَةِ سَاقِي -اَوْ سَاقِهِ- فَقَالَ: "هذَا مَوْضِعُ الْإِزَارِ، فَإِنْ اَبَيْتَ فَاَسْفَل، فَإِنْ اَبَيْتَ فَلَا حَقَّ لِلْإِزَارِ فِي الْكَعْبَيْنِ.(5)

حضرت حذیفہ رض روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی کا پٹھا یا اپنی پنڈلی کا پٹھا پکڑا اور فرمایا یہ تہبند کی جگہ ہے اگر تو انکار کرے (مزید چاہے) تو تھوڑا اور نیچے کر لے، پس اگر تو انکار کرے (مزید اور چاہے) تو ٹخنوں سے نیچے ازار کا کوئی حق نہیں ہے (یعنی اس کی اجازت نہیں ہے)۔

وعن سلمة بن الاكوع ان عثمان كان يتزر على نصف الساق، وقال هكذا ازارة رسول الله صلى الله عليه وسلم.(6)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نصف ساق (آدھی پنڈلی) تہبند پہنا کرتے تھے اور انہوں نے فرمایا اسی طرح (نصف ساق) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار ہوتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خریم اسدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

''نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الْاَسَدِيُّ، لَوْلَا طُولُ جُمَّتِهِ وَإِسْبَالُ إِزَارِهِ''

(خریم اسدی کیسا اچھا آدمی ہے اگر اس کے پٹھے زیادہ دراز نہ ہوتے اور وہ اسبال ازار نہ کرتا)

فَبَلَغَ ذَلِكَ خُرَيْمًا، فَعَجِلَ فَاَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهُ إِلَى اُذُنَيْهِ، وَرَفَعَ إِزَارَهُ إِلَى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ.(٧)

یہ بات حضرت خریم رض کو پہنچ گئی تو انہوں نے قینچی ہاتھ میں لے کر اپنے پٹھے کانوں تک کاٹ دیئے اور اپنا ازار (تہبند) نصف ساق تک کر لیئے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اسبال ازار (تہبند، پاجامہ، پینٹ کوئی لباس ٹخنے سے نیچے پہننا) اگر تکبر کے طور پر ہے تو حرام ہے اور اگر لاعلمی یا بے توجہی کی وجہ سے ہے تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر بلا قصد عذر کی بنا پر ہے تو مباح ہے جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث میں مذکور ہے جس کی وجہ شراح نے یہ لکھی ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نحیف الجسم (لاغر بدن) تھے، ان کا ازار اپنی جگہ پر ٹھہرتا نہیں تھا، نیچے کو سرک جاتا تھا۔

عنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ''، فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ: إِنَّ اَحَدَ شِقَّيْ ثَوْبِي يَسْتَرْخِي، إِلَّا اَنْ اَتَعَاهَدَ ذَلِكَ مِنْهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''إِنَّكَ لَسْتَ تَصْنَعُ ذَلِكَ خُيَلَاءَ.(٨)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی از راہِ تکبر اپنا کپڑا (ٹخنے سے نیچے) لٹکائے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہیں فرمائیں گے، حضرت ابوبکر رض نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے تہبند کا ایک جانب نیچے لٹک جاتا ہے اگر میں اس کا خیال نہ رکھوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کے طور پر ایسا کرتے ہیں۔

اسبال ازار (ازار، لنگی پاجامہ اور پینٹ کا ٹخنے سے نیچے لٹکانا) اگر اپنے اختیار و ارادہ سے ہو تو وہ ہر حال میں ناجائز و حرام ہے چاہے بطور تکبر ہو یا بطور تکبر نہ ہو، ہاں اگر نگرانی کے باوجود بغیر اختیار و ارادہ یا کسی عذر کی وجہ سے ڈھلک جائے، ٹخنے سے نیچے چلا جائے تو یہ ناجائز و حرام نہیں، اسکی اجازت ہے۔ مسبل (ٹخنے سے نیچے ازار، تہبند، پاجامہ، پینٹ پہننے والوں کی نماز قبول نہیں ہوتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ إِزَارَهُ.(۹)

اللہ تعالیٰ اس آدمی کی نماز قبول نہیں فرماتے جو اپنے ازار (تہبند) کو ٹخنے سے نیچے کرنے والا ہو۔

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی درس ترمذی جلد دوم صفحہ ۳۴۰ پر فرماتے ہیں: تمام روایات اور تمام متعلقہ بحثوں کو سامنے رکھنے کے بعد میرے نزدیک جو بات راجح معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ (اسبال ازار) کی نہی خیلاء (تکبر) کے ساتھ اس معنی میں مقید نہیں کہ جب تک آدمی کو تکبر ہونے کا یقین نہ ہو جائے اس وقت تک ''جرازار'' (اسبال ازار، ازار، کپڑا ٹخنے سے نیچے) کر سکتا ہے بلکہ صحیح صورت حال یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ممانعت کی اصل وجہ تکبر ہی ہے، لیکن تکبر کا ذریعہ بطور حکمت ہے نہ کہ بطور علت یعنی عام طور پر تکبر ہی کی وجہ سے ''جرازار'' گویا اس ممانعت کا اصل مدار تکبر پر تھا لیکن تکبر ایک امر مخفی ہے۔ اس کا پتہ نہیں لگتا کہ تکبر پایا گیا یا نہیں اور بعض اوقات خود متکبر کو پتہ نہیں لگتا کہ میں تکبر میں مبتلا ہوں؛ اسلئے اس ممانعت کا مدار اس کی علامت پر کر دیا گیا اور وہ علامت ٹخنوں سے نیچے ازار کا ہونا ہے، جب یہ علامت پائی جائے گی تو سمجھیں گے کہ تکبر ہے الا یہ کہ کسی خارجی دلیل سے اس تکبر کی نفی ہو جائے، مثلاً یہ کہ کسی شخص کا ازار غیر ارادی طور پر ڈھلک جاتا ہو تو چونکہ ازار کا ڈھلکنا اس کے اختیار سے نہیں ہوا بلکہ غیر اختیاری طور پر ہوا ہے، اسلئے یہ کہا جائے گا کہ یہ تکبر سے نہیں ہوا اسلئے کہ تکبر اختیاری ہے، چونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں جو بات ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ غیر ارادی طور پر ازار ڈھلکتا تھا اور تکبر امر اختیاری ہے اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إنك لست ممن يجره خيلاء''

لہٰذا اگر اب بھی کسی کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہو کہ غیر ارادی طور پر ازار ڈھلک جاتا ہو اس کو بھی اجازت ہوگی؛ لیکن جہاں کوئی شخص اپنے اختیار سے ازار نیچے لٹکائے تو وہ ہر حال میں ناجائز اور حرام ہوگا۔،،

دارالعلوم دیوبند کا ایک تفصیلی فتویٰ کچھ حذف کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے جس سے اسبال ازار کا حکم خوب واضح ہو جائے گا:

جواب نمبر: 24996 بسم اللہ الرحمن الرحیم فتوی (د): 93=21-2/1432

"ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا لنگی لٹکانا ان سخت گناہوں میں سے ایک ہے، جن پر جہنم کی وعید آئی ہے، بخاری شریف میں ہے: ما أسفَل من الكعبين من الإزار في النّار (۵۷۸۷) اس لئے جائز نہیں کہ وہ اس حکم کی خلاف ورزی کر کے ٹخنے سے نیچے پاجامہ، پینٹ وغیرہ لٹکائے، عام حالات میں بھی جائز نہیں اور نماز میں تو اور زیادہ قبیح ہے۔"اسبال" (ٹخنے سے نیچے پاجامہ، پینٹ وغیرہ لٹکانا) مطلقاً ناجائز ہے، اگر چہ "مُسْبِل" (لٹکانے والا) یہ ظاہر کرے کہ میں تکبر کی وجہ سے نہیں کررہا ہوں، ہاں اگر غیر اختیاری طور پر ایسا ہو جائے یا کسی یقینی قرینہ سے معلوم ہو کہ اس میں کبر نہیں تو بھی یہ حکم نہیں لگے گا، جیسا کہ حضرتِ ابوبکر رض کے واقعہ میں ہے۔ لہٰذا تکبر اور غیر تکبر کے درمیان فرق کرنا، ایک کو ناجائز اور دوسرے کو جائز کہنا یا ایک کو مکروہِ تحریمی اور دوسرے کو تنزیہی شمار کرنا، شراحِ حدیث کی تصریح کے مطابق صحیح نہیں؛ اس لیے کہ حدیث کے اندر ٹخنے سے نیچے ازار وغیرہ لٹکانے اور اس کے کھینچنے کو تکبر کی علامت قرار دی گئی ہے، چنانچہ ایک مرفوع حدیث میں ہے:

''إيّاک وجرّ الإزار؛ فإنّ جر الإزار من المخيلة'' (فتح الباری: ۱۰/۲۵۹)

اور جن احادیث کے اندر "خیلاء" کی قید مذکور ہے یہ قید احترازی نہیں؛ بلکہ قید اتفاقی یا واقعی ہے کہ "ازار لٹکانے والا" متکبر ہی ہوتا ہے، ورنہ کیا وجہ ہے کہ ٹخنوں سے اونچا پاجامہ اور پینٹ پہننے میں عار آتی ہے یا ایسے پہننے والوں کو نظرِ حقارت سے کیوں دیکھتے ہیں، اس بابت ان سے مضحکہ بھی کرتے ہیں، ذیل کی حدیثوں سے مذکورہ باتوں کی تائید ہوتی ہے:

(۱) عن عمرو بن زرارة: ضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم باربع اصابع تحت ركبة عمرو، فقال: يا عمرو! هذا موضع الإزار، ثم ضرب باربع اصابع تحت الاربع فقال يا عمرو! هذا موضع الإزار. (الحديث)

یہ بات بالکل واضح ہے کہ حضرت عمرو بن زرارہ، ازار کے لٹکانے کے ذریعہ تکبر کا ارادہ نہیں کرتے تھے، اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

(۲) عن عبيد بن خالد قال كنت امشي وعلي برد اجرّه، فقال لي رجل: ارفع ثوبک فإنه اتقى وابقى، فنظرت فإذا هو النبي صلى الله عليه وسلم، فقلت: إنما هي بردة ملحاء، فقال امالک يا اسوة، فنظرت، فإذا إزاره إلى انصاف ساقيه، وفي رواية عن عمرو بن زرارة: إن الله لا يحبّ المُسْبِل.

چنانچہ مشہور شارح بخاری علامہ بن حجر، طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں:

وحاصله إن الإسبال يستلزم جرّ الثوب وجرّ الثوب يستلزم الخيلاء ولو لم يقصد اللابس الخُيلاء.

یعنی خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسبال (مطلقاً) جرّ ثوب یعنی کپڑا گھسیٹنے کو مستلزم ہے اور جرّ ثوب تکبر کو مستلزم ہے، اگر چہ پہننے والا تکبر کا ارادہ نہ کرے (فتح الباری: ۱۰/ ۲۵۶)

اور ابن العربی لکھتے ہیں:

لا يجوز للرجل ان يجاوز بثوبه كعبَيه ويقول لا اجرّ خيلاء؛ لان الحديث قد تناوله لفظًا ولا يجوز لمن تناوله اللفظ حكما ان يقول: لا امتثله؛ لان تلك العلّة ليست فيّ؛ فإنه دعوى غير مسلمة، بل إطالته ذيله دالة على تكبّره.

یعنی ٹخنے سے نیچے پاجامہ پینٹ وغیرہ لٹکانا کسی کے لیے جائز نہیں، اگر چہ وہ کہے کہ میں تکبراً ایسا نہیں کرتا؛ اس لیے کہ یہ ایک ناقابل قبول دعویٰ ہے؛ بلکہ ازار لٹکانا بذات خود تکبر کی دلیل ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسبال مطلقاً ناجائز ہے الا یہ کہ کسی یقینی ذریعے سے تکبر کا نہ ہونا معلوم ہو جائے۔ تو یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں کہ پائینچے ٹخنوں سے نیچے لٹکتی ہوئی حالت میں نماز مکروہ تنزیہی ہے، بلکہ نماز میں لٹکانا بھی مکروہ تحریمی ہے اور حدیث کے اندر آیا ہے کہ جو آدمی ازار لٹکا کر نماز پڑھے، اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

عن ابي هريرة: بينما رجل يصلّي مسبلا إزاره إذ قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: اذهب فذهب فتوضّا، ثم جاء، ثم قال: اذهب فتوضا ثم جاء، فقال له رجل: يا رسول الله –صلى الله عليه وسلم– مالك امرته ان يتوضّا؟ قال: إنه كان يصلّى وهو مُسبل إزاره، وإن الله جل ذكره لايقبل صلاة مُسبل إزاره. (اخرجه ابوداود)

یعنی ایک نے ازار لٹکا کر نماز پڑھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے، اس آدمی (مُسْبِل) سے کہا کہ جاؤ وضو کر کے آؤ، ایسا کیا، پھر حضور نے کہا جاؤ وضو کر کے آؤ، تو ایک شخص نے دریافت کیا کہ: اے اللہ کے رسول: آپ نے ایسا کیوں حکم دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ شخص ازار لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا، اللہ جل شانہ ازار لٹکا کر نماز پڑھنے والے کی نماز قبول نہیں کرتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی آدمی، اس گناہ کا مرتکب ہوتا ہے یعنی لنگی، پینٹ وغیرہ ٹخنے سے نیچے لٹکا کر پہنتا ہے؛ لیکن بوقت نماز پائینچے کو اوپر چڑھا لیتا ہے تاکہ

نماز کے وقت کم ازکم گناہ سے بچے اور اس حدیث کا مصداق نہ بنے اور اس کی نماز اللہ کے یہاں مقبول ہو جائے تو یہ فعل مستحسن ہوگا نہ کہ مکروہ۔"

آئیے! اپنے حالات کا جائزہ لیں، ازار، تہبند، پاجامہ اور پینٹ کے متعلق اسلامی معاشرہ کا جائزہ لیں، حال بہت ہی برا ہے، اکثریت نوجوانوں کی اسبال ازار میں مبتلا ہے، عوام الناس کے طبقہ میں دنیوی تعلیم وتہذیب سے متاثر طبقہ کا تو حال ہی عجیب وغریب ہو چکا ہے ان کو ٹخنے سے اوپر پہننے میں عار محسوس ہوتی ہے، ٹخنے سے اوپر پہننا فیشن کے خلاف نظر آتا ہے۔ ہم اپنے حالات کو بدلیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں، ٹخنے سے اوپر لنگی، پاجامہ، پینٹ اور لباس پہنیں، اسبال ازار سے بالکلیہ اجتناب کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں آمین۔

حواشی:

(۱)(ابوداود:كتاب اللباس، باب ماجاء في إسبال الإزار، رقم : ٤٠٨٤)

(۲)(ابنِ ماجه: كتاب اللباس، باب موضع الإزار اين هو، رقم:۳۵۷۳)

(۳)(صحيح مسلم: كِتَاب الْإِيمَان، بَاب تَحْرِيم إِسْبَال الْإِزَار، رقم: ١٠٦)

(۴)(صحيح مسلم:كتاب اللباس والزينة، باب تحريم جر الثوب خيلاء، رقم:٢٠٨٦)

(۵)(ترمذی: ابواب اللباس، باب فی مبلغ الإزار، رقم:١٧٨٣)

(۶)(رواه البزار:مجمع الزوائد،كتاب اللباس، باب فی الإزار وموضعه:٢١٣/٥،رقم:٨٥١٤)

(۷)(ابوداود: كتاب اللباس، باب ماجاء فی اسبال الإزار، رقم :٤٠٨٩)

(۸)(صحيح البخاری: كتاب فضائل اصحاب النبي، رقم : ٣٦٦٥)

(۹) (ابوداود: كتاب الصلاة، باب الاسبال في الصلاة رقم : ٦٣٨)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہندوستان کے موجودہ حالات میں

سیرتِ نبوی ﷺ سے رہنمائی

مولانا وسیم احمد صاحب نذیری قاسمی، رکن نادیۃ الفضلاء مبارک پور

ہندوستان کے موجودہ حالات

ہمارا ملک ہندوستان جو دنیا کے جمہوری ملکوں میں ایک بڑا ملک مانا جاتا ہے، آج گونا گوں مسائل کا شکار ہے۔تشدد، انارکی، لاقانونیت، اور خود اربابِ اقتدار کی جانب سے جمہوری اقدار کی پامالی عام ہے، اقلیتی طبقوں کے ساتھ، حکمرانوں کی سرپرستی میں ظلم وستم، رواج کی شکل اختیار کر چکا ہے، حق دینے کے بجائے حق چھینا جاتا ہے۔اقلیت کو اور زیادہ اقلیت ہونے کا احساس دلایا جاتا ہے، ظلم وجبر کی نئی شکلیں ایجاد کی جاتی ہیں، ایجاد کردہ شکلوں کو قانون کا لبادہ پہنایا جاتا ہے، اکثریت میں ہونے کا زعم، کبروغرور کی بلندترین سطح چھونے لگتا ہے، کمزور حق پر ہونے اور قانونی لوازمات پورے کر لینے کے باوجود حق پانے سے محروم رہتا ہے، اس کی حرماں نصیبی، کچھ لوگوں کے جذبۂ مسرت وشادمانی میں اضافہ کا باعث ہوتی ہے۔

حکمراں طبقہ مختلف سیاسی پارٹیوں سے تعلق رکھتا ہے، ملک کے مرکزی اور صوبائی حصوں میں کہیں کوئی حکمراں ہے، کہیں کوئی، ان میں سے زیادہ تر میں اصول کی سیاست باقی نہیں رہی، ابن الوقتی، تقریباً سبھی کی مرغوب شی ہے۔

جھوٹ، فریب، عیاری، مکاری، دغا، وعدہ خلافی، اپنی بات سے مُکر جانا، جب جی میں آئے پلٹ جانا، ایک کو چھوڑ کر دوسرے میں چلے جانا، کچھ سیاسی لیڈروں کا روزمرہ کا پیشہ ہے، سیاست ملک کو چلانے کے لئے نہیں، اپنا اقتدار قائم اور باقی رکھنے کے لئے ہوتی ہے، اسی لئے کب کہاں اُلٹ پھیر ہو جائے، کچھ کہا نہیں جا سکتا، سیاسی پارٹیوں میں بھی فرقہ واریت کا زہر پوری طرح کُھل چکا ہے، عصبیت، طبقہ واریت، لسانیت اور ذات برادری کی سیاست ہوتی ہے، حکمراں طبقہ اس طرح حکمرانی کرتا ہے، جیسے حکومت اس کی جاگیر ہے، وہ قانون سے بالاتر ہو چکا ہے، حقانیت، صداقت، وفاشعاری عُنقا ہو چکی ہے۔

عوام کا طبقہ جسے پبلک سے تعبیر کیا جاتا ہے، وہ بھی ان صفات میں حکمرانوں سے کم نہیں، چھوٹے

بڑے کا احترام اُٹھ چکا ہے الّا ماشاء اللہ۔ ادب، تہذیب داستانِ پارینہ بنتے جارہے ہیں، ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوششیں روز بروز بڑھتی جارہی ہیں، آپسی نزاع اور جھگڑوں میں قتل وقتال اور مقدمہ بازی کی نوبت آجاتی ہے، تھانہ، پولیس، کورٹ، کچہری میں دوڑ لگانے والوں میں اضافہ ہورہا ہے، حق پرستی، حق پسندی اور حق شناسی کی جگہ مکروفریب اور بے ایمانی نے لے لی ہے، عریانیت، فحاشی، ناچ گانا عام سے عام تر ہوتا جارہا ہے۔

یہ حالات کم وبیش ہندوستان کے اکثر باشندوں کے ہیں، مسلم، غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں، مسلمان بھی سر اُٹھا کر نہیں کہہ سکتے کہ ہم ان سے الگ ہیں، غیر مسلموں میں یہ صفات ہوں تو کوئی تعجب نہیں، تعجب خیز تو مسلمانوں کے حالات ہیں، جن کے پاس ابدی صداقت قرآن مجید کی شکل میں اور سیرت نبوی ﷺ کے پیکر میں موجود ہے، پھر بھی اُسی ڈگر پر ہیں، جو ان صداقتوں سے محروم افراد واقوام کی ڈگر ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ سے رہنمائی کس طرح؟

ہندوستان کے موجودہ حالات کو جس طرح دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، حکمراں اور پبلک، سیرتِ نبوی ﷺ سے رہنمائی بھی ان دونوں کے اعتبار سے مل جاتی ہے، مثلاً حکمراں طبقہ اور دیگر طبقات کی ذمہ داریاں اس ارشادِ نبوی ﷺ سے ملتی ہیں:

الا كلكم راع، وكلكم مسئول عن رعيته، فالامام الذى على الناس راع وهو مسئول عن رعيته، والرجل راع على اهل بيته، وهو مسئول عن رعيته، والمراة راعية على بيت زوجها وولده، وهي مسئولة عنهم، وعبد الرجل راع على مال سيده، وهو مسئول عنه، الا فكلكم راع، وكلكم مسئول عن رعيته.(۱)

”خبردار! تم میں سے ہر شخص اپنی رعیت کا نگہبان ہے، اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، لہٰذا امام یعنی سربراہِ حکومت ومملکت، جو لوگوں کا نگہبان ہے، اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا. مرد جو اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے، اس سے اس کے گھر والوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا. اور عورت جو اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے، اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اور آدمی کا غلام، جو اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے، اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا لہٰذا آگاہ رہو! تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے، اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا“۔

حکمرانوں کو حکمرانی تو کرنی چاہیے، مگر عوام کے پیچھے نہیں پڑ جانا چاہیے۔ ارشادِ نبوی ہے:

إن الامير إذا ابتغى الريبة في الناس افسدهم. (۲)

''حکمراں جب لوگوں میں شک وشبہ کی بات ڈھونڈتا ہے تو لوگوں کو خراب کر دیتا ہے''۔

ایک عام ہدایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں دیتے ہیں:

إرحموا من في الارض يرحمكم من في السماء. (۳)

''ان لوگوں پر رحم کرو، جو زمین میں ہیں، تم پر وہ ذات رحم کرے گی جو آسمان میں ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر حال میں قانون کی بالاتری خود اپنی بیٹی فاطمہ کا نام لے کر ثابت کر دی، اور بتادیا کہ عدل وانصاف قائم کرنے میں حاکم ومحکوم اور چھوٹے، بڑے کا کوئی فرق نہ ہوگا۔

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ قریشی صحابہ ایک مخزومی عورت کے بارے میں بہت فکرمند تھے، جس نے چوری کی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا، ان قریشی صحابہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس عورت کے مقدمہ میں کون شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سفارش کرسکتا ہے، پھر انہوں نے کہا کہ حضرت اسامہ بن زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت چہیتے اور دُلارے ہیں، وہی اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ کہنے کی جرأت کرسکتے ہیں۔ اسامہ کے علاوہ کسی میں یہ ہمت نہیں ہوسکتی، چنانچہ اسامہ سے بات کی، وہ سفارش کے لئے تیار ہو گئے، اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مخزومی عورت کی سفارش کر دی (کہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بات سن کر فرمایا: ''تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے، اور خطبہ دیا، اور حمد وثنا کے بعد فرمایا، تم میں سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں، ان کو اسی چیز نے ہلاک کیا کہ ان میں سے اگر کوئی شریف (دنیاوی عزت وطاقت رکھنے والا) چوری کرتا تو اس کو سزا دیے بغیر چھوڑ دیتے، اور اگر ان میں سے کوئی کمزور وغریب آدمی چوری کرتا تو اس کو سزا دیتے۔ اللہ کی قسم! اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالوں''۔ (٤)

عصبیت اور فرقہ واریت کی جڑ ان ارشادات نے کاٹ دی ہے:

ليس منا من دعى الى عصبية، وليس منا من قاتل عصبية، وليس منا من مات على عصبية. (۵)

''وہ ہم میں سے نہیں جو لوگوں کو عصبیت کی دعوت دے، وہ ہم میں سے نہیں جس نے عصبیت کی بنا پر لڑائی کی، وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی حالت میں مرجائے''۔

''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نسب کوئی ایسی چیز نہیں، جس کے سبب تم کسی کو برا کہو، اور عار دلاؤ، تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو، جس طرح ایک صاع، جسے تم نے بھرا نہ ہو، دوسرے صاع کے برابر ہوتا ہے، اسی طرح خود کو بھی سمجھ لو کسی کو کسی پر کوئی فضیلت وترجیح نہیں ہے، علاوہ دین اور تقویٰ کے۔ آدمی کے برا ہونے کے لئے بس اتنی بات کافی ہے وہ زبان دراز، فحش گو، لچر باتیں کرنے والا اور بخیل ہو''۔(٦)

حاکموں کو اپنی رعایا کے تئیں نرم روی اختیار کرنا چاہیے، ظالمانہ اور جابرانہ طور وطریق سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔

عن ابی موسیٰ قال: كان رسول الله إذا بعث احدا من اصحابه فی بعض امره، قال: بشروا ولا تنفروا، ويسروا ولا تعسروا. (٧)

''ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی صحابی کو اپنے کسی کام پر بھیجتے تو ان کو یوں ہدایت فرماتے: لوگوں کو خوشخبری سنانا، نفرت نہ دلانا، آسان برتاؤ کرنا، سختی نہ کرنا''۔

بعثت سے پہلے ہی سیرت کے یہ پہلو

رسول اللہ ﷺ کے اقوال واعمال کی روشنی میں سیرت کے ذریعہ رہنمائی کے یہ وہ پہلو تھے، جو نبی بننے کے بعد تھے، لیکن آپ ﷺ نبی بننے سے پہلے ہی اس راہ پر گامزن تھے۔ دیکھئے! بعثت سے قبل کے ہی اس پہلو میں ہندوستان کے موجودہ حالات میں کس قدر رہنمائی موجود ہے۔

غارِ حرا میں پہلی وحی نازل ہونے کے بعد جب آپ گھبرائے ہوئے گھر آئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا مجھے کمبل اڑھادو، مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کتنی پامردی کے ساتھ جرأت مندانہ انداز میں فرمایا:

كلّا! والله ما يخزيك الله ابداً، إنك لتصل الرحم، وتحمل الكل، وتكسب المعدوم، وتقري الضيف، وتعين علي نوائب الحق. (٨)

''ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، آپ لوگوں کے قرض کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، معدوم (انتہائی غریب) کے لئے کماتے ہیں، نادار کی خبرگیری کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، قدرتی آفات میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں''۔

بعثت سے پہلے کا ہی ایک واقعہ حلف الفضول کا بھی ہے، یہ ایک معاہدہ تھا، جو زمانہ جاہلیت میں ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ اس معاہدہ میں شریک تھے، اس کے چار ارکان تھے:

۱-فضل ۲-فضالہ ۳-مفضل ۴-فضیل

انہی کی مناسبت سے یہ معاہدہ حلف الفضول کہلایا، رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک اس وقت بیس سال تھی، یہ معاہدہ عبداللہ بن جدعان کے گھر انجام پایا تھا، اس کے داعی آپ ﷺ کے چچا زبیر بن عبد المطلب تھے، جنہوں نے جنگ فجار (۵۸۵ء) کے بعد ۵۸۶ء میں یہ معاہدہ کرایا تھا۔

آپ ﷺ کی بعثت سے قبل عرب میں کوئی مضبوط سیاسی نظام نہیں تھا، جس کی وجہ سے سیاسی وسماجی انتشار رہا کرتا تھا، لوگوں کے جان و مال محفوظ نہ تھے، عزت وآبرو محفوظ نہ تھی، طاقتور کمزور کو ستاتا تھا، کوئی باز پرس کرنے والا نہ تھا، ذرا ذرا بات پر خوں ریزی کا بازار گرم ہوجاتا۔

اس صورت حال کو بدلنے کے لئے کچھ دردمند افراد کھڑے ہوئے، جس کے نتیجے میں حلف الفضول نامی معاہدہ سامنے آیا، اس میں طے کیا گیا کہ ظلم وزیادتی کو ہر قیمت پر روکا جائے، کسی شخص پر خواہ وہ مکہ کا رہنے والا ہو یا باہر سے آیا ہو ظلم نہ ہونے دیا جائے، مظلوم کی مدد کی جائے، حقدار کو حق دلوایا جائے، ضرورت مندوں اور محتاجوں کی مدد کی جائے۔

یہ معاہدہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل ہوا تھا لیکن بعثت کے بعد بھی آپ ﷺ اس کی یوں تعریف کرتے تھے:

لقد شهدت فی دار عبدالله بن جدعان حلفاً ما احب ان لی به حمر النعم ولو ادعى به فی الإسلام لاجبت. (۹)

''میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں ایک ایسے معاہدے میں شریک ہوا تھا کہ مجھے اس کے عوض سرخ اونٹ (عرب کی سب سے بڑی دولت) مل جائے تو بھی پسند نہیں ہے، اگر اسلام کے آنے کے بعد بھی مجھے اس کی دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کروں گا''۔

اسی طرح زمانہ جاہلیت کا ایک معاہدہ ''حلف خزاعہ'' تھا، صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے اس کو برقرار رکھتے ہوئے یہ اضافہ فرمایا کہ ظالم کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی، صرف مظلوم کی مدد کی جائے گی۔ (۱۰)

سیرت نبوی ﷺ کے مزید یہ پہلو

سیرت نبوی ﷺ کے ان پہلوؤں سے بھی ہندوستان کے موجودہ حالات میں بیش قیمت رہنمائی ملتی ہے کہ'' آپ ﷺ نے کبھی کسی پر لعنت، ملامت نہیں کی، آپ نے تعلیم وتربیت کے سلسلے میں کسی کو مارا اور ڈانٹا نہیں، آپ عہد ومعاہدہ اور وعدہ کے پکے تھے، آپ لوگوں میں سب سے اچھے، سب سے سخی اور سب

سے بہادر تھے، آپ ہر ایک کے کام آتے تھے، ہر ایک کا کام کر دیا کرتے تھے، آپ شرم وحیا میں کنواری لڑکیوں سے بھی بڑھ کر تھے، آپ بہت ہی خوش مزاج اور متبسم رہا کرتے تھے، آپ زیادہ تر چپ رہتے تھے، اور جب بولتے تھے تو وقار کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے گفتگو فرماتے تھے کہ سُننے والا آپ کے جملوں کو گن سکتا تھا، آپ نے قہقہہ اور ٹھٹھا کبھی نہیں لگایا، آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں، بلکہ درگزر اور چشم پوشی سے دیتے تھے، گھر کے کسی چھوٹے سے چھوٹے کام میں بھی آپ کو عار نہ تھی، آپ بیواؤں اور مسکینوں کا کام کرنے کے لئے ان کے گھر چلے جاتے تھے، آپ اولین وآخرین کے سردار تھے، نبیوں کے خاتم تھے، مگر بڑائی، غرور چھو کے بھی نہیں گیا تھا، تواضع وانکساری کا پیکر تھے، اس طرح کھاتے، جیسے غلام کھاتا ہے، اس طرح بیٹھتے، جیسے غلام بیٹھتا ہے" ۔(۱۱)

اللّٰهم صلّ وسلّم دائماً ابداً على حبيبك خير الخلق كُلّهم

حوالہ جات

(۱) مشكوٰة المصابيح ۳۲۰/۲ بحواله بخاری ومسلم عن عبد الله بن عمر

(۲) مشكوٰة المصابيح ۳۲۲/۲ بحواله ابو داود عن ابی امامة

(۳) ترمذی ۱٤/۲

(٤) مشكوٰة المصابيح ۳۱٤/۲ بحواله بخاری ومسلم عن عائشة

(٥) مشكوٰة المصابيح ٤۱۸/۲ بحواله ابو داود عن جبير بن مطعم

(٦) مشكوٰة المصابيح ٤۱۸/۲ بحواله بيهقی عن عقبة بن عامر

(۷) مشكوٰة المصابيح ۳۲۳/۲ بحواله بخاری ومسلم عن ابی موسیٰ

(۸) صحيح بخاری ۲۲/۱ باب بدء الوحی

(۹) بيهقی ۳٦۷/٦

(۱۰) تاريخ طبری ۱۰۸٤/۱

(۱۱) مشكوٰة المصابيح ٥۱۸/۲ باب فی اخلاقه وشمائله صلي الله عليه وسلم

مدارس اسلامیہ دین کی بقا کے ضامن!

مفتی مرغوب الرحمن قاسمی مبارکپوری، رفیق نادیۃ الفضلاء واستاذ مدرسہ انوار العلوم جہانا گنج

الحمد لله الذي علّم الإنسانَ ما لم يعلمْ والصلوة والسلام على النبي الخاتم، اما بعد!

یہ ایک بدیہی اور واضح بات ہے کہ انسان بنیادی طور پر دو ایسی ضروریات کا محتاج ہے، جس سے ایک لمحہ بھی صرف نظر نہیں کرسکتا، اور جس کے بغیر انسان دنیوی اور اخروی دونوں زندگی میں حیران و پریشان رہے گا، کہ ایک طرف تو وہ دنیاوی زندگی کو خوشگوار بنانے اور مادی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ان اسباب ووسائل کا محتاج ہے جن کے بغیر اس کے جسم وروح کا رشتہ درست نہیں رہ سکتا، تو دوسری طرف وہ رضائے الٰہی حاصل کرنے کی خاطر اور ہمیشہ قائم ودائم رہنے والی اخروی زندگی کو آراستہ کرنے کے لئے، نیز دنیا میں معاشرتی، اخلاقی اور معیاری زندگی بسر کرنے کے لئے ہدایت اور رہنمائی کا محتاج ہے۔

خداوند قدوس کی ربوبیت عامہ اس بات کی متقاضی تھی کہ وہ انسان کی ان دونوں ضروریات کو بطریق احسن پوری کرے، اور کیسے ممکن ہے کہ ایک مربی اپنے ماتحتوں کی ضروریات کو یکسر نظر انداز کرجائے، اور اللہ جل شانہ کے متعلق ایسا سوچنا بھی خطرۂ ایمان ہوسکتا ہے، بہر حال اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے آسمان وزمین میں اسباب معیشت کے لا متناہی خزانے ودیعت فرمادیئے، جن سے انسان اپنی دنیاوی ضروریات کو پوری کرتا ہے؛ اور دوسری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس اور برگزیدہ بندوں کو انبیاء اور رسول بنا کر اس دنیا فانی میں مبعوث کیا، تاکہ وہ انسانوں کو انسانیت کے حقیقی مقاصد سے آگاہ کریں، انہیں تمدنی، اجتماعی اور اخلاقی زندگی کے آداب اور اصول کی تعلیم دیں، جن کو اپنا کر انسان اپنے رب حقیقی کی معرفت تک رسائی حاصل کرسکے، اور سب سے اخیر میں ختم رسل محمد عربی ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کیا۔

اگر بغور دیکھا جائے تو تمام انبیاء ورسل، اور خود نبی اکرم ﷺ کی دعوت کا خلاصہ بالخصوص دو چیزیں نکلتی ہیں، ایک تعلیم اور دوسرے تربیت؛ کہ ایک طرف آپ ﷺ لوگوں کو دین کی تعلیم دیتے ہیں تو دوسری طرف ان کی اجتماعی اور اخلاقی تربیت فرمارہے ہیں، لیکن چونکہ آپ آخری نبی تھے، آپ کے بعد کوئی اور نبی آنے والا نہیں، اس لئے اب نبوت کی تمام تر ذمہ داریاں اور قیامت تک اسلام کی نشر و اشاعت، امت کی فلاح و بہبودی اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو صراط مستقیم پر لانے، اور ہر دور میں اٹھنے والے فتنوں اور طاغوتی طاقتوں کا سر کچلنے، اور ہر طرح کی علمی، عملی، جانی اور مالی قوتوں سے ان کا مقابلہ کرنے اور دیگر ذمہ داریاں انبیاء کے وارثین حضرات علماء کے سروں پر رکھی گئیں۔

چنانچہ ہر دور کے علمائے ربانیین نے ان ذمہ داریوں کو حسن وخوبی کامل طریقہ پر انجام دیا، ہمارے ان مدارس عربیہ اور مکاتب دینیہ کا قیام بھی دراصل انہی اکابر واسلاف کی جانکاہ کوششوں کا ثمرہ ہے، جن کا مقصد اسلام کی حفاظت، اس کی نشر واشاعت، اور ایسے رجال کو پیدا کرنا ہے جو ملت اسلامیہ پر آنے والے حالات اور داخلی اور خارجی ہر طرح کے خطرات کا دفاع کرسکیں، اسلام دشمن طاقتوں اور فتنوں کا سد باب کرسکیں، ان اکابرین نے اپنی خداداد صلاحیت سے اس بات کو محسوس کرلیا تھا کہ انہیں مدارس کے ذریعہ اسلام کی شعائیں پھیلائی جا سکتی ہیں، اور انہیں کے ذریعہ علم وعرفان کی شمعیں روشن ہوسکتی ہیں، انہیں کے توسط سے سنت نبوی کا احیاء اور ضلالت وگمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھٹ سکتے ہیں، اور شرک وبدعات کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

ہندوستان میں جب تک مسلمانوں کی حکومت تھی، اس وقت تک مسلم حکمرانوں کی ذمہ داری تھی کہ وہ دین کی صیانت وحفاظت کے طریقوں کو بروئے کار لائیں، جن سے دین کی حفاظت ممکن ہوسکے، مسلمانوں کے فاتحانہ داخلے سے شروع ہوکر خدا بیزار انگریزوں کے ناپاک قدم پڑنے تک علماء ومشائخ اور حضرات صوفیاء کی مساعی اور کوششوں کی ایک روشن داستان ہے، کہ انہوں نے ان مسلم بادشاہوں کے زیر سایہ اس وسیع وعریض ملک کے کونے کونے تک ہدایت کی لہر دوڑادی۔

لیکن جب منحوس انگریزوں نے سیادت وحکومت کے تخت پر غاصبانہ قبضہ جمالیا، تو حکومت کے زوال کے ساتھ اندیشہ تھا کہ کہیں قلوب سے دین اسلام ہی کا صفایا نہ ہوجائے، اور زخم رسیدہ قوم آنکھ بند کرکے اس نئی حکومت کے پیچھے نہ چل پڑے، کیونکہ ان کے ساتھ دنیا بھر کی چمک دمک کے ساتھ تمدن کے نئے نئے تماشے بھی تھے؛ یہ ایک عجیب ابتلاء وآزمائش کا دور تھا، حساس دل تڑپ رہے تھے کہ اس نازک دور میں دین ومذہب اور ملت اسلامیہ کو ان خطرات سے بچانے کی کیا راہ ہو، یہ ایک دردناک سوال تھا، جس کے جواب میں وقت کے علماء نے ہتھیار بھی اٹھائے، اور میدان جہاد کو بھی اپنے خونوں سے نہلایا، لیکن پھر بھی یہ سیلابِ بلا رکنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا، اب بظاہر ایک ہی صورت نظر آرہی تھی کہ میدان جنگ سے یکسو ہوکر دین کی حفاظت کے لئے ایسے قلعے تعمیر کئے جائیں، جن کی چہار دیواری میں یکسو ہوکر دینی علوم، دینی اعمال اور فکر آخرت کا اہتمام کیا جائے، چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے پہلا قلعہ دیوبند میں تعمیر کیا گیا، اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے ملک میں اس کے نقشہ قدم پر بہت سے قلعے اپنی بنیادوں پر ابھر آئے۔

اور ان مدارس سے ایسے ایسے علماء نے جنم لیا جن کی بے لوث قربانیوں، اور ان کے خلوص اور دینی ولولہ نے دنیائے اسلام میں غلغلہ بپا کردیا، بجھی ہوئی ایمانی شعائیں پھر روشن ہونے لگیں، سینے میں عزائم انگڑائیاں لینے لگے، اور ان کی علمی اور عملی سرگرمیوں نے بیشمار خلق خدا کو شرک وبدعات کی تاریکیوں سے نکال کر نور ایمانی کے دائرے میں داخل کردیا، اور انہوں نے ایسے حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے جو تاریخ میں سنہرے نقوش سے درج ہیں۔

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جوں جوں وقت اپنی منزلیں طے کرتا جارہا ہے، مدارس کے قیام کی حقیقت نکلتی جارہی ہے، آج مدارس سے نکلنے والے فضلاء کرام کی اکثریت ایسی ہوتی ہے، جن میں کسی طرح کا شعور نہیں ہوتا، نہ ان میں وہ علمی لیاقت ہوتی ہے جن سے وہ امت کی قیادت کا فریضہ انجام دے سکیں، اور نہ ہی عملی پہلو اور اخلاقی زندگی اس پایہ کی ہوتی ہے جو خود انہیں سنبھال سکے، اور سالہا سال علمی اور دینی ماحول میں وقت گزارنے کے بعد بھی بالکل تہی دامن ہوتے ہیں، اور زبان حال سے یوں کہہ رہے ہوتے ہیں کہ ؎

اٹھا میں مدرسہ وخانقاہ سے غمناک — نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ

ہمیں یہ احساس ہونا چاہئے کہ آج کے اس پرفتن دور میں پہلے کی بنسبت مدارس کی ضرورت اور اہمیت مزید بڑھ گئی ہے، خصوصاً اس لادینی الحادی دور میں، جبکہ ملک کے فرقہ پرست اور متعصب ذہنیت کے لوگ مدارس اسلامیہ اور مساجد کے خلاف ایک علامگیر تحریک چلائے ہوئے ہیں، جن کے افکار و کردار سے بغاوت اسلام اور مسلم دشمنی کی بو نہیں چنگاری نکل رہی ہے، آج پوری دنیا میں مسلمانوں کو بحیثیت ایک ملت کے ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، آج ہمارا دشمن ہمارے ملی وجود اور تہذیبی خصوصیات کو چن چن کر ختم کرنے پر تلا ہوا ہے، اگر ہم اپنی تمام خصوصیات اور امتیازات کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان مدارس کو فروغ دینا ہوگا، اور ماضی کی طرح پھر ان مدارس کو اسلام کے قلعے، ہدایت کے سرچشمے، دین کی پناگاہیں اور اشاعت دین کا مرکز بنانا ہوگا، اور ایسے رجال کو ان مدارس سے تیار کرنا ہوگا، جو اسلام کی راہ میں آنے والے ہر فتنوں اور ہر خطرات کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہوسکیں، ہمیں اپنے سینوں میں فکر ولی اللہی پیدا کرنا ہوگا، شیخ الہند جیسی شجاعت، شیخ الاسلام جیسا اخلاص، اور شاہ اسماعیل شہید جیسی بہادری پیدا کرنا ہوگی (رحمہم اللہ) تب جا کر کہیں ہم موجودہ دور کے فتنوں اور ظالم قوتوں سے پنجہ آزمائی کرسکتے ہیں، اور اگر ہم خواب غفلت میں پڑے رہے تو ظالم حکومتیں اور طاغوتی طاقتیں ہمیں پیس کر رکھ دیں گی اور ہمارے ایمان کو ہم سے سلب کرلیں گی، ہمیں اپنے بچوں میں دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی حمیت وغیرت کو بھی پیدا کرنا ہوگا، تاکہ دنیا کے چکر میں ہمیں دین سے ہاتھ نہ دھونا پڑ جائے، ہمیں ابھی سے کوشش کرنی چاہئے تاکہ حتی الامکان ہونے والے نقصان سے بچا جاسکے، ورنہ بعد میں کف افسوس ملنے کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگے گا، اس لئے کہ انجام کے متعلق آغاز میں سوچ لینا ہی دانش مندی ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہے وہ عاقل جو کہ آغاز میں سوچے انجام — ورنہ ناداں بھی سمجھ جاتا ہے کھوتے کھوتے

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان مدارس کی حفاظت کا غیب سے سامان مہیا فرمائے، اور ہمارے اندر تقوی للہیت کے ساتھ دین کی حمیت وغیرت پیدا فرمائے، اور ہمیں انبیاء کا سچا وارث بنائے، اور اسلام کی خاطر ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے! آمین یارب العالمین۔

ہجومی دہشت گردی

چند باتیں!

محمد سالم سریانوی

ہمارا ملک عزیز ''ہندوستان'' ایک کثیر المسلکی والمذہبی ملک ہے، جہاں آئینی طور پر ''جمہوریت'' کو اصل اصیل قرار دیا گیا ہے، اور دیگر تمام امور وشعبہائے زندگی کو اس کے تابع کیا گیا ہے، اور جملہ شعبہ کے آئین وقواعد اور اصول وضوابط طے کیے گئے ہیں، جن کے مطابق باشندگانِ وطن کو زندگی گزارنا لازم وضروری ہے، خود کسی کو ذاتی طور پر قانون کے استعمال کی ہرگز اجازت نہیں ہے، بل کہ اگر کسی پر ظلم کیا جاتا ہے اور کسی طرح کی تعذیب دی جاتی ہے، تو اسے جمہوریت کے تیسرے ستون یعنی ''عدالت'' کا سہارا لینا ہوگا، اس کے بغیر اسے کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔

لیکن!............ جھارکھنڈ میں ہوئے تبریز انصاری، اسی طرح بہار اور دیگر مقامات پر ہوئے تازہ ترین خطرناک سانحے، بلفظ دیگر ''ہجومی ہندو دہشت گردیوں'' نے قانون کی جس انداز سے دھجیاں اڑائی ہیں وہ اہل عقل وخرد اور مفکرین ودانش مندان وطن پر مخفی نہیں ہیں، اس ذیل میں صرف یہی ایک دو چار واقعے نہیں ہیں؛ بل کہ ''ہجومی ہندو دہشت گردی'' کی ایک طویل فہرست ہے، جس کا سلسلہ مودی حکومت کے پہلے دور اقتدار سے شروع ہو کر اب دوسرے مرحلے کے اقتدار میں داخل ہو چکا ہے، ان چند سالوں میں سینکڑوں واقعات اس طرح کے ہو چکے ہیں، جس میں سو سے زیادہ افراد اپنی جان کی قربانی دے چکے ہیں، کئی سو افراد انتہاء درجہ کی ظلم وبربریت کے شکار ہو کر مظلومانہ زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، ''ٹائم میگزین'' کی ایک خبر کے مطابق 2015ء سے 2018ء تک تین سالوں میں 150 واقعات کو ریکارڈ کیا گیا ہے، جن میں 98 واقعات گوشت اور گائے سے جڑے ہوئے ہیں، ان میں 250 سے زائد افراد زخمی ہوئے ہیں، جب کہ 65 سے زیادہ افراد کی جانیں گئی ہیں، اور ان مبتلا بہ افراد میں 90 فیصد تعداد مسلمانوں کی ہے۔ (بحوالہ قندیل ڈاٹ کام)

چوتھی دنیا آن لائن ہفتہ واری اخبار میں شائع ایک آرٹیکل کے مطابق ماب لنچنگ میں قتل کیے اور تشدد کا نشانہ بنائے گئے واقعات وافراد کی تفصیل یہ ہے:

”سال ۲۰۱۴ء میں اس کے نام پر ۳/ واقعات ہوئے تھے، جن میں سے ۱۱/ زخمی ہوئے تھے، سال ۲۰۱۵ء میں اس کے نام پر ۱۲/ واقعات ہوئے تھے، جن میں ۱۰/لوگ ہلاک اور ۴۸/لوگ شدید طور پر زکمی ہوئے تھے، سال ۲۱۰۶ء میں اس کے نام پر ۲۴/ واقعات ہوئے تھے، جن میں ۸/لوگوں کی جانیں گئی تھیں اور ۵۸/لوگ شدید طور پر زخمی ہوئے تھے، سال ۲۰۱۷ء میں اس کے انم پر ۳۷/ واقعات ہوئے تھے، جن میں ۱۱/لوگ جاں بحق اور ۱۵۲/لوگ شدید طور پر زخمی ہوئے تھے، سال ۲۰۱۸ء میں ۱۳/ واقعات ہوئے جن میں ۱۰/ افراد جاں بحق اور ۳۰/ زخمی ہوئے ہیں، جولائی ۲۰۱۹ء میں مجموعی طور پر ماب لنچنگ کے ۴۶۸/ واقعات ہو چکے ہیں، جن میں ۱۲۹/لوگ جاں بحق اور ۳۱۱/لوگ نیم مردہ ہو چکے ہیں، باقی لوگ زخمی ہوئے، جب کہ امریکی میگزین ٹائم کی رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں اب تک ماب لنچنگ ۴۵۰/ سے زائد واقعات رونما ہو چکے ہیں، جن میں سینکڑوں افراد ہلاک ہو چکے ہیں، اسی طرح ہندوستان ٹائمس کی رپورٹ کے مطابق سال رواں کے ماہ جون ۲۰۱۹ء تک ماب لنچنگ کے ۴۶۰/ واقعات رونما ہو چکے ہیں، جن میں سے ایک یا دو واقعہ کو چھوڑ کر سب کا شکار مسلمان ہی ہوئے ہیں۔“

یہ وہ اعداد وشمار ہیں جو کہ میڈیا کے رپورٹ کے مطابق ہیں، ان کے علاوہ نہ معلوم کتنے واقعات اور ہوں گے، جو میڈیا سے اوجھل ہوں گے، مذکورہ رپورٹوں کے بعد ایسے واقعات میں اور بھی اضافہ ہوگیا ہے، خصوصاً مودی حکومت کے دوسرے دورانیہ میں، بل کہ مودی حکومت کا دوسرا دورانیہ ”جئے شری رام اور جئے شری ہنومان، وندے ماترم“ سے ہی شروع ہوتا ہے، اس طرح کے دہشت گردانہ واقعات میں ”گائے، بڑے کا گوشت، بچہ چوری، ٹوپی داڑھی، جئے شری رام اور وندے ماترم“ کا خصوصی دخل ہے، اور ہجوم نے عام طور پر انھیں چیزوں کو بنیاد بنا کر نہتے اور بے قصور افراد پر ظلم کیا ہے، آج ملک کے حالات فاشزم کی عملی تصویر بن چکے ہیں، ظالموں کو آزاد گھومنے دیا جا رہا ہے، جب کہ مظلوموں پر اور ان کے معاونوں پر شکنجے کسے جا رہے ہیں اور ان کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیلا جا رہا ہے۔

ہندتو اور برہمن وادی نظریہ!

یہ جو کچھ ہو رہا ہے، یہ کوئی اتفاق نہیں ہے، بل کہ ایک خاص نظریہ کے مطابق ہے، جس پر برسوں سے محنت کی گئی ہے اور اس ناسور کو ملک میں پھیلانے اور پروان چڑھانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے، جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے، حقیقت ہے کہ ابتداء ہی سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مختلف پروپیگنڈے کیے، اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے ہر قسم کی کوشش کی گئی، یہاں تک کہ بیسویں

صدی کے اواخر میں اسلام اور اس کے ماننے والوں کو بدنام کرنے کے لیے عالمی سطح پر دہشت گردی‘‘ کی ایک خاص اصطلاح ایجاد کی گئی اور اس کا تعلق اسلام سے جوڑ دیا گیا، جب کہ اسلام کی حقانیت، صداقت اور امن وسکون بار بار آشکارا ہوا چکا ہے، بدقسمتی یہ ہے کہ خود ہمارے ملک میں ایک طبقہ ابتدا سے ایسا پایا جارہا ہے جس کو اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی ہے، ان سے نفرت وعداوت ہے، جن کا نظریہ یہ ہے کہ ہندوستان صرف ہمارا ملک ہے، مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، بل کہ وہ غاصب اور ظالم ہیں، اتنا ہی نہیں بل کہ یہاں کے عام باشندے بھی اس کے باسی نہیں ہیں، بل کہ اس ملک کے باسی وہ لوگ ہیں جو اعلی ذات سے تعلق رکھتے ہیں، جن کا اعتقاد برہمن وادی نظریہ ہے، اور ’’منوسمرتی‘‘ کو اپنا آئین اور قانون مانتے ہیں، اسی کے لیے باقاعدہ نو دہائی قبل ایک تنظیم تشکیل دی گئی اور اس کے بنیادی نقاط میں مذکورہ چیزوں کو شامل کیا گیا ہے اور پورے ملک میں آہستہ آہستہ اس کو پھیلا کر پورے ملک کو زہر آلود بنا دیا گیا، اس تنظیم اور نظریات کے حوالے درج ذیل دو باتیں ملاحظہ فرمائیں۔

مذکورہ تنظیم جس کا قیام خاص مقاصد کے تحت ہوا ہے اس کے منشور میں ایک اہم نظریہ ہندوستان کو برہمن وادی نظریہ یعنی ہندوازم کی طرف واپس لے جانا ہے، جو کہ ان کے مطابق یہاں کے پُروَجوں، پُرکھوں اور پہلے لوگوں کا مذہب وعقیدہ تھا، جیسا کہ یہ بات آر۔آر۔ایس۔کی ویب سائٹ کے درج ذیل لنک پر موجود ہے:

basic-faq-hindi.html/4/6//Encyc/2017/rss.org/hindi//:http

ویب سائٹ پر موجود ’’عام سوال‘‘ کے ذیل میں ایک سوال پوچھا گیا ہے کہ ’’کیا سنگھ میں مسلم اور عیسائی کو بھی اجازت مل سکتی ہے؟‘‘ اس کے جواب میں لکھا گیا ہے ’’بھارت میں رہنے والا عیسائی یا مسلم بھارت کے باہر سے نہیں آیا ہے، وہ سب یہی کے ہیں، ہمارے سب کے پرکھا ایک ہی ہیں، کسی وجہ سے مذہب بدلنے سے زندگی کا نقطۂ نظر نہیں بدلتا ہے، اس لیے کہ ان سب کی زندگی کا نقطۂ نظر بھارت کا یعنی ہندو ہے، ہندو ہونے کے ناطے وہ اس میں آسکتے ہیں‘‘۔

آر ایس ایس اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ زندگی کے اصول اور آئین کے طور پر اگر کوئی قانون برتا جاسکتا ہے تو صرف ’’منوسمرتی‘‘ ہے، یہی وہ قانون وآئین ہے جس کو انھوں نے ’’ہندوتو‘‘ کی بنیاد قرار دیا ہے، اور اسی نقطۂ نظر کی تبلیغ واشاعت اور اس کے مطابق اصول زیست کو گزارنے کی تلقین کی جاتی ہے، یہی نہیں بل کہ یہ لوگ بھارتی آئین وقانون کی جگہ اسی ’’منوسمرتی‘‘ کو بطور قانون اور آئین کے نافذ کرنا چاہتے ہیں، ان کے نزدیک ’’منوسمرتی‘‘ کی اہمیت کیا ہے؟ اس کے لیے اسی مذکورہ ’’ساورکر‘‘ کے درج ذیل جملے سے واضح ہے:

’’منوسمرتی‘‘ ایک ایسا مذہبی صحیفہ ہے جو ہماری ہندو قوم کے لیے ویدوں کے بعد سب سے زیادہ لائق عقیدت ہے اور قدیم زمانے سے ہی ہماری ہندو تہذیب، رسم و رواج، خیالات اور برتاؤ کی بنیاد ہو گیا ہے۔ صدیوں سے اس کتاب نے ہمارے ملک کی روحانی اور مذہبی تحریک کو نقش بند کیا ہے، آج بھی کروڑں ہندو اپنی زندگی اور عادتوں میں جن قوانین کی تعمیل کرتے ہیں وہ ’’منوسمرتی‘‘ کے مطابق ہیں، آج ’’منوسمرتی‘‘ ہندو قانون ہے‘‘۔ (آر ایس ایس کو پہچانیں، ص: ۴۰، مطبوعہ فاروس میڈیا اینڈ پبلیشر دہلی)

چناں چہ ان نظریات کے نتائج آنے ہی تھے، جو کہ آج ہمارے سامنے ہیں، اسی لیے ہم نے بیشتر ہجومی دہشت گردی کے واقعات میں مذکورہ نظریہ سے ہم آہنگی پائی ہے، چاہے وہ بڑے کے گوشت کا معاملہ ہو، یا گائے کا ہو، یا پھر مذہبی نعروں وغیرہ کا ہو۔

ہجومی دہشت گردی اور تاریخ اسلامی!

ہجومی دہشت گردی کے یہ واقعات نئے نہیں ہیں، بل کہ ان کی شروعات بہت زمانے پہلے سے ہے، دنیا کی سب سے مقدس اور پاک باز ترین جماعت حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ بھی اس طرح کے واقعات پیش آئے ہیں، اور آخر میں خدا کے سب سے محبوب و مقدس نبی سید الانبیاء والمرسلین ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھی اس طرح کے مختلف دردناک واقعات پیش آئے ہیں، بطور نمونہ کے چند واقعات درج ہیں تا کہ اس حوالے سے کچھ تسلی ہو۔

قرآن کریم میں بعض انبیاء کے واقعات کو جو اس نظریہ کے تحت ہیں اشارہ میں بیان کیا گیا ہے، جب کہ بعض روایات میں اس طرح کے تشدد آمیز واقعات کی صراحت کی گئی ہے، حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ جو سابقین اولین میں سے ہین اور جن کو اسلام کی وجہ سے بے شمار مصائب و تکالیف سے جوجھنا پڑا فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں آیا جب کہ آپ کعبہ کے سایہ میں ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، ہم نے کفار کی مصیبتوں اور تکالیف سے دل برداشتہ ہو کر آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اللہ سے دعا نہیں فرماتے؟ یہ سن کر آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا، آپ نے فرمایا: تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں انکے گوشت پوست کو لوہے کے کنگھیوں سے ادھیڑ دیا جاتا تھا، اسی طرح سر پر لوہے کا آرہ رکھ کر بدن کے ٹکرے کر دیے جاتے تھے، مگر تب بھی یہ لوگ اپنے دین کو نہیں چھورتے تھے، خدا کی قسم! اللہ اس دین کو پورا کر کے رہے گا یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء شہر سے حضر موت تک کا سفر تنہا کرے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی در نہیں ہو گا۔ (بخاری، کتاب مناقب الانصار)

اس روایت سے جہاں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے کربناک والمناک واقعات کی جھلک نظر آتی ہے وہیں پر زمانۂ گزشتہ میں انبیاء اور نیک ومؤمن لوگوں پر جو مصائب ومشکلات کے پہاڑ توڑے گئے وہ بھی واضح طور پر سمجھ میں آرہے ہیں، قرآن کریم میں ماننے والوں کو متنبہ کرتے ہوئے اور انھیں حالات زندگی میں واقعات وحوادث کے پیش آنے کے تعلق سے واضح کرتے ہوئے اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْب (سورة البقرة:۲۱۴)

(مسلمانو!) کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت میں (یونہی) داخل ہوجاؤ گے، حالاں کہ تمہیں اس جیسے حالات پیش نہیں آئے جیسے ان لوگوں کو آئے تھے جو تم سے پہلے گزرے۔ ان پر سختیاں اور تکلیفیں آئیں اور انھیں ہلا ڈالا گیا، یہاں تک کہ رسول اور ان کے ایمان والے ساتھ بول اٹھے کہ ''اللہ کی مدد کب آئے گی؟''، یاد رکھو اللہ کی مدد نزدیک ہے۔

اس آیت کے ذیل عام طور سے مفسرین نے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے جو اوپر گزری، اس آیت کے علاوہ اور بھی آیات میں اللہ تعالی نے اس مضمون کو ذکر کیا ہے، جس کا مقصد امت محمدیہ کو متنبہ کرنا اور ان کو یاد دلانا ہے کہ ایمان والوں کو کیسی تکالیف پہنچتی ہے لیکن پھر بھی وہ صبر کرتے ہیں اور مصائب ومشکلات ان کو دین سے دور نہیں کرتے ہیں۔

محسن اعظم سید الاولین والآخرین حضرت محمد ﷺ کی بہتیرے واقعات اس تعلق سے پائے جاتے ہیں، جن میں طائف کا واقعہ بہت زیادہ مشہور اور شروع زمانہ کا ہے، جس میں آپ ﷺ نے دعوت کے لیے طائف کا سفر کیا، وہاں کے سرداروں سے ملے، جنہوں نے ماننے سے انکار کردیا، اس کے بعد عام لوگوں سے ملے، انھوں نے بھی کنارہ کشی اختیار کرلی، اس کے بعد آپ ﷺ خالی ہاتھ لوٹے، جس میں آپ کو ہجومی طور ظلم وبربریت اور تشدد کا نشانہ بنایا گیا، طائف والوں نے اوباش قسم کے لڑکوں اور پاگل لوگوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا جنہوں نے پتھر مار کر شہر سے باہر کردیا اور اس قدر پتھر مارا کہ آپ کے دونوں جوتے خون سے لہولہان ہوگئے۔

اسلام میں پہلی شہادت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی ہے، جو کہ سابقین اولین میں ہیں، آپ کو اور آپ کے شوہر، نیز آپ کے لڑکے حضرت عمار رضی اللہ عنہم کو سخت تکالیف اور مصائب سے گزرنا پڑا، جن میں بطور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کا نام ہے، کفار مکہ کی مختلف قسم کی تکالیف ومصائب کا تختۂ مشق ان حضرات کو بنایا تھا، جس میں حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی دردناک شہادت

بھی ہے، ابوجہل ملعون نے آپ کی شرمگاہ پر برچھا مارا، جس کو آپ برداشت نہ کرسکیں، حالاں کہ اس وقت آپ بوڑھی ہو چکی تھیں، لیکن پھر بھی جس انداز سے آپ کو ظلم وستم کو نشانہ بنایا گیا وہ اور کافروں نے آپ کی جان نہیں بخشی وہ نہایت ہی تکلیف دہ ہے، آپ کو اور آپ کی خاندان والوں کو کن سخت حالات سے دو چار ہونا پڑتا تھا اس کا اشارہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ذیل کی روایت سے ملتا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أن النبي صلى الله عليه وسلم مر بعمار بن ياسر وبأهله، وهم يعذبون في الله عزوجل، فقال: أبشروا آل ياسر، موعدكم الجنة. (رواه الطبراني في الأوسط: ۲/۱۴۱، الرقم: ۱۵۰۸، دار الحرمين القاهرة)

آپ ﷺ حضرت عمار بن یاسر اور ان کے گھر والوں کے پاس سے گزرے، جب کہ ان لوگوں کو اللہ کے دین کے تعلق سزا دی جارہی تھی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے یاسر کے گھر والوں! تمہیں خوش خبری ہو، تمہارے وعدہ کی جگہ جنت ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو کہ اسلام میں خلیفۂ اول ہیں خود کفار کے مظالم کا شکار ہوئے،، ایک مرتبہ جب کہ مسلمانوں کی تعداد اس وقت ۳۸/ تھی آپ ﷺ سے باصرار عرض کیا کہ اسلام ظاہر کرنا چاہیے، تو آپ ﷺ نے کہا کہ ہم تعداد میں بہت کم ہیں، لیکن پھر بھی ابوبکر رضی اللہ برابر اس پر مصر رہے، اس کے بعد آپ مسجد میں کھڑے ہوئے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، کفار کا اتنا سننا تھا کہ وہ آپ پر چڑھ بیٹھے اور آپ کو مسجد میں بہت مارا، آپ کے بدن کو روندا گیا اور عتبہ بن ربیعہ نے اپنے جوتوں سے آپ کے چہرے کو زد وکوب کیا اور آپ کے پیٹ پر چڑھا، صورت حال یہ ہوگئی تھی کہ آپ کے چہرے کی شناخت صحیح طور پر نہیں ہو پارہی تھی اور کفار کو یہ یقین ہوگیا تھا کہ آپ کی موت ہوگئی ہے۔ (حیاۃ الصحابہ: ۱/ ۳۳۶-۳۳۷)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ جب مکہ آئے اور اسلام قبول کرلیا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھنا، اور اپنے قبیلے واپس ہوجاو، جب مناسب موقع آئے تو واپس مکہ آجانا، مگر حضرت ابوذر رضی اللہ نے قسم کھا کر کہ میں ضرور اپنے اسلام کو ان لوگوں کے سامنے ظاہر کروں گا، اس کے بعد مسجد حرام میں پہنچے اور بآواز بلند قریش کو مخاطب کر کے کہا:

''يا معشر قريش! إني أشهد أن لاإله إلاالله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله''

اے قریش کے لوگو! سنو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اتنا سننا کہ کفار میں ہڑبونگ مچ گیا اور سب غصے سے آپ کی طرف لپکے اور سب گویا ہوئے کہ اس بے دین کو مارو، چناں چہ پورا مجمع آپ پر ٹوٹ پڑا، ہاتھ، پیر اور لاٹھی سے خوب مارا اور اتنا زدوکوب کیا گیا کہ لگتا تھا کہ اب ان کی جان نہیں بچ پائے گی، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس آئے اور کفار کے مجمع کو ہٹا کر حضرت ابو ذر رضی اللہ کی جان بچائی یا اور کفار کو یاد دلایا کہ یہ غفاری شخص ہے، کیا تمھیں پتہ نہیں کہ تمہاری تجارت کرنے کا راستہ انھیں کے یہاں سے گزر کر ملک شام جاتا ہے؟ چناں چہ ان کے یہ کہنے کے بعد کفار وہاں سے ہٹے۔ (حیاۃ الصحابہ: ۱/ ۳۵۳-۳۵۴)

غزوۂ ذات الرجیع میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مجمع پر کفار کا ظلم وستم اور ان کو تشدد کا نشانہ بنا کر قتل کرنا، جن میں بطور خاص امیر لشکر حضرت عاصم بن ثابت، حضرت خبیب بن عدی اور زید بن دثنہ رضی اللہ عنہم بھی ہیں، شروع ہی میں کفار نے ان لوگوں کا محاصرہ کرلیا، جب ان کو تعاقب کا علم ہوا تو یہ لوگ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے، کافروں نے وعدہ کیا کہ نیچے آ جاؤ ہم تم کو قتل نہیں کریں گے، لیکن امیر لشکر اس پر تیار نہیں ہوئے، چناں چہ انھوں نے تیر برسانا شروع کیا، جس میں انھوں نے تیروں سے حضرت عاصم سمیت ۷/ حضرات کو موت کے گھاٹ اتار دیا، باقی تین لوگ حضرت خبیب، زید بن دثنہ اور ایک دوسرے صحابی، یہ لوگ عہد وامان لے کر محاصرہ سے باہر آئے اور پہاڑی سے نیچے اترے، لیکن ان لوگوں نے ان حضرات کو بیڑیوں اور زنجیروں میں باندھ دیا، جس پر تیسرے صحابی نے اعتراض جتایا اور وعدے کو یاد دلایا اور ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا، کفار نے ان کو گھسیٹا اور ساتھ جانے پر مجبور کیا لیکن وہ راضی نہیں ہوئے، چناں چہ ان کو وہیں شہید کر دیا گیا، اس کے بعد حضرت خبیب اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کو فروخت کر دیا، حضرت خبیب کو حارث بن عامر کی اولاد نے خریدا، اور کچھ دنوں کے بعد عام مجمع کے سامنے ان کو پھانسی دے دی گئی، شہادت سے پہلے انھوں نے نماز پڑھنے کی اجازت مانگی اور دو رکعت نماز ادا کیا اور کفار سے کہا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم یہ سمجھو گے کہ میں موت سے گھبرا گیا ہوں تو میں اور نماز پڑھتا، اس کے آپ نے بدعا کہ اور یہ اشعار پڑھے:

ما أبالي حين أقتل مسلما علی أي شق کان اللہ مصرعي
وذلک في ذات الإلہ ومن یشأ یبارک علی أوصال شلو ممزع

ترجمہ: جب مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جارہا ہے تو اب مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میں اللہ کے لیے قتل ہو کر کس کروٹ گروں گا۔

اور میرا یہ قتل ہونا اللہ کی ذات کی وجہ سے ہے اور اگر اللہ چاہے تو وہ میرے جسم کے کٹے ہوئے حصوں میں برکت ڈال سکتا ہے۔ (بخاری شریف، کتاب المغازی)

اسی طرح حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو صفوان بن امیہ نے خریدا تھا اور بلا تاخیر حرم سے باہر اپنے غلام کے ساتھ بھیجا اور کفار کے ایک مجمع میں ان کو شہید کر دیا گیا۔ (سیرت ابن ہشام)

یہ چند واقعات بطور نمونہ کے ہیں جن میں غیروں کی طرف سے ہجومی طور پر تشدد کیا گیا، چہ جائے کہ بعض افراد کو قتل نہیں کر پائے، اس لیے ایسے واقعات سے گھبرانے اور بزدل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

جب کہ اسلام اور مسلمانوں کا نظریہ بالکل واضح اور صاف شفاف ہے، وہ اس ملک کو خدا کی ملکیت سمجھتے ہیں اور ہر فرد کو یہاں رہنے اور بسنے کا حق دار سمجھتے ہیں، اسی طرح مخلوق کو دنیا کے معبودوں سے نکال کر اس معبود حقیقی تک پہنچانا چاہتے ہیں جو کہ اصل خالق و مالک ہے، اسلام ظلم و بربریت اور اجارہ داری کے سخت خلاف ہے، اس کے نزدیک ہر ایک آزادانہ جینے اور زندگی گزارانے کا حق حاصل ہے۔

''حکومت و انتظامیہ'' کی ذمہ داری کیا ہوتی ہے، ان پر کون سے فرائض عائد ہوتے ہیں، ان کے ذمہ عوام کے تئیں کیا حقوق لازم کیے جاتے ہیں، یہ اور اس جیسی بنیادی ذمہ داریاں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کو قصداً ''ردی کی ٹوکری'' میں ڈال دیا گیا ہے، اور ان کی طرف نظر غلط کی طرح بھی التفات و توجہ نہیں دی جارہی ہے۔ بل کہ اس کے برعکس ایسے بیانات و شوشے چھوڑے جارہے ہیں کہ ایک سادہ دل انسان سمجھ ہی نہیں پاتا اور ان کے دام فریب میں پھنس جاتا ہے۔

ہمارے ملک میں اس وقت ''ہجومی دہشت گردی'' جس شد و مد کے ساتھ جاری ہے، وہ صرف ہمارے لیے نہیں؛ بل کہ تمام برادران وطن بشمول ''جمہوریت'' کے ''ستون اربعہ'' کے قابل غور وفکر ہے، حکومتیں شہر خموشاں کی طرح لبوں پر مہر سکوت لگائے ہوئے ہیں، جب کہ ذمہ داران اور عمائدین وطن اپنی مصروف ترین زندگیوں میں ہمہ تن مشغول ہیں، جہاں تک بات عام افراد انسانی کی ہے تو ان کا معاملہ روز روشن کی طرح واضح ہے، ایسے خطرناک اور خون آشام ماحول میں ہمارا چپ رہنا اور ظلم و بربریت کے خلاف آواز بلند نہ کرنا بذات خود ایک عظیم ترین ظلم ہے۔

موجودہ حالات میں ہر فرد کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ''انسانیت'' کے بلند و بالا معیار پر قانون کے دائرے میں اٹھ کھڑا ہو اور اس ''ہجومی دہشت گردی'' کا جواں مردی و پامردی سے مقابلہ کرے، اور پایۂ استقامت میں ذرا بھی تزلزل نہ آنے دے، اس کے لیے ملی، قومی، سماجی اور دینی تنظیموں کو بیدار کیا جائے، ان کو اپنی ذمہ داری کا احساس دلایا جائے، اپوزیشن کو بیدار کیا جائے اور پورے ملک میں اس کے لیے پر امن تحریک چلائی جائے اور حکومت و انتظامیہ کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی طاقت و پاور کا استعمال کر کے اس ''دہشت گردی'' کا خاتمہ کرے، مجرمین کو سخت سے سخت سزا دے کر نشان عبرت بنائے؛ تاکہ آگے کوئی بھی ہجوم ایسی کوئی حرکت نہ کر سکے، ورنہ بقول مظفر رزمی کے یاد رکھیے گا

یہ جبر بھی دیکھا ہے تاریخ کی نظروں نے — لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی

تبلیغی جماعت کا دفاع!

مولانا حبیب الرحمن اعظمی قاسمی، نائب مدیر و شیخ الحدیث کلیۃ البنات احیاء العلوم مبارک پور

گزشتہ جمعہ کو سعودی حکومت کے ذریعہ تبلیغی جماعت پر پابندی کے اعلان کے بعد اس جماعت پر لگائے گئے الزامات واتہامات کو مساجد کے منبروں سے بیان کرانا اور فصیح عربی زبان پر قدرت کے باوجود عرب کے ائمہ مساجد کا سرکاری حکم نامے کے طور پر لکھا ہوا خطبہ پڑھنا اور کاغذ دیکھ کر خطبہ دینا اور تبلیغی جماعت کے تعلق سے بلا تحقیق وہی کہنا جو ان سے سرکاری طور پر کہلوایا گیا، ذلت ومسکنت اور چاپلوسی و بے چارگی کی انتہاء ہے۔

تعجب بالائے تعجب یہ کہ عین اسی دن ناچ گانے اور رقص وسرور کی محفل منعقد ہوئی، اور لاکھوں افراد اس میں شریک ہوئے، اس پر ان ائمہ کی زبانیں اب تک بند ہیں اور افسوس کہ بعض نام نہاد مذہبی طبقہ اس سے چشم پوشی کرتے ہوئے تبلیغی جماعت کی سرگرمیوں پر پابندی کی فقط خوشیاں منا رہا ہے، اسے ان غیر شرعی امور اور فحاشی میں کوئی گمراہی اور خرابی نظر نہیں آتی اور وہ خاموش رہ کر اس کی در پردہ حمایت کر رہا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو دینار و درہم کے بندے کہے جاسکتے ہیں، ان کا مطمح نظر دنیا اور دنیا کے مال وزر ہیں، ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

تبلیغی جماعت پر سرکاری پابندی کا اعلان اور اس کے تحت بلا ثبوت و دلیل، جو غیر معقول الزامات عائد کیے گئے اور تبلیغی جماعت کو گم راہ، قبر پرست اور ارہابیہ (دہشت گرد) کہا گیا، یہ سراسر غلط ہے اور ظلم عظیم ہے، تبلیغی جماعت ان تمام اتہامات سے بالکلیہ بری ہے۔

دین کی دعوت دینے والی اور اللہ کے پیغام کو عام انسانوں تک پہونچانے والی، لوگوں کو کلمہ طیبہ اور نماز روزہ سے واقف کرانے والی اور علم و ذکر کے ساتھ اکرام مسلم کا سبق سکھانے والی یہ تبلیغی جماعت ایسی عظیم اور مقبول عند اللہ جماعت ہے، جو بے سروسامانی اور بغیر کسی تنظیمی و حکومتی تعاون کے بھی ہند و بیرون ہند تمام عالم میں ہمہ گیر اثر رکھتی ہے اور بلا کسی لالچ اور دباؤ کے عام مسلمان اور اہل علم طبقہ اور اولیاء و صلحاء اس جماعت سے وابستہ ہیں اور دین کے بنیادی اسباق سیکھ کر اللہ کی معرفت اور رسولؐ کی اطاعت کے ساتھ حتی الوسع دین حنیف کی ترویج و اشاعت کر رہے ہیں۔

سعودی حکومت نے جماعت تبلیغ پر جو انتہائی نامعقول اور غیر مناسب الزامات عائد کیے ہیں، ان کے پاس ان الزامات کے کیا شواہد ہیں، تبلیغی جماعت کی سرگرمیاں ہمیشہ ہر دور میں اور ہر جگہ عیاں رہی ہیں اور ہزار چاہنے کے باوجود مخالفین ومعاندین اور حاسدین ومفسدین نے اس جماعت تبلیغ کے خلاف کوئی ایسا ثبوت پیش نہ کیا، جس سے ان پر لگائے گئے اتہامات کو تقویت مل سکے اور آئندہ بھی ان شاء اللہ کبھی پیش نہیں کر سکتے۔

جب کہ تحقیقات کرنے والوں نے اپنے مطالعہ وتحقیق کے بعد جو بیانات دیے اور تحریریں لکھیں اور غیر جانب دارانہ طور پر اپنے تجزیے وتبصرے پیش کیے، وہ سب جماعت تبلیغ کی حمایت وموافقت میں ہیں، حتی کہ آج مخالفت کرنے والے بھی اس کی مخالفت کی وجہ نہیں بتا سکتے۔

عجم کے ممالک اور وہاں کے اہل علم کی بے شمار تحریریں موجود ہیں اور ان کے علاوہ خود عرب علماء اور بعض ائمہ کرام کے بیانات بھی ماضی میں ایسے ہیں جو جماعت تبلیغ کی حمایت کرتے ہیں، حتی کہ زمانہ سابق کے عرب حکمرانوں نے کبھی اس جماعت کے بارے میں برائی نہیں کی، سوائے اس کے کہ اس کی تعریف ہی کی ہے۔

موجودہ حکومت سعودیہ کے حکمراں اور اس کے نوعمر ولی عہد اور معتدل اسلام کے دعوے دار، جن کے ذہن ودماغ یورپ کے کلچر سے زیادہ متاثر ہیں اور جنہوں نے مرکز اسلام میں بھی غیر اسلامی امور کو فروغ دینا اور بے حیائی وعیاشی اور یورپی کلچر وتہذیب کو برتری دینا شروع کر دیا ہے اور گزشتہ دنوں فلموں کی نمائش کے لیے سینما ہال کھولنے کو منظوری بھی مل چکی ہے اور جا بہ جا عیش وعشرت کدے اور فحاشی کے اڈے بنائے جانے اور حرام امور کو مباح کیے جانے کی طرف وہ تیزی سے گامزن ہیں، اور حق بولنے والے علماء کو پابند سلاسل کیا جا رہا ہے اور ائمہ مساجد سے بھی وہی کہلوایا جا رہا ہے جو حکومت اور حکومت کے کارندوں کی منشاء ہے، ان لوگوں نے دین کا مذاق بنا کر رکھ دیا ہے اور مسلمانان عالم کے دلوں کو چھلنی کر رہے ہیں، جب کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے قلبی جذبات اس مقدس وبابرکت سرزمین سے وابستہ ہیں۔

امت اسلامیہ کے لیے عجیب وقت ہے، یہ بڑی صبر آزما گھڑی ہے، محافظین کعبہ ہی دینی جماعت کی مخالفت کرنے لگیں گے، یہ کسی نے سوچا تک نہ تھا، نہ صرف مخالفت بل کہ بالکلیہ پابندی، اور وہ بھی بلا تحقیق، یہ انتہائی نامعقول حرکت ہے۔

(باقی صفحہ ۴۸ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کھانے پینے کے آداب

مولانا نور الحق صاحب قاسمی، استاذ احیاء العلوم ہائر سیکنڈری اسکول مبارک پور

کسی جاندار کے زندہ رہنے کے لئے کھانے پینے حیثیت کی ایک بنیادی حیثیت ہے، ہر ایک انسان کیلئے ضروری ہے کہ وہ حلال وطیب کھانا کھائے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا"

لہٰذا مسلمانوں کو ہر چیز میں آخرت پیشِ نظر رہنی چاہئے، ہمیں اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرزِ زندگی کو چلتے پھرتے، جاگتے سوتے، کھاتے پیتے بلکہ ہر چیز میں اپنانے کی ضرورت ہے۔

ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ زندگی گزارنے کیلئے بنیادی طور پر تین چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ روٹی، کپڑا اور مکان، اور ایک کامل مومن بننے کے لئے زندگی کے پانچ شعبوں کا منشا شریعت کے مطابق ہونا از حد ضروری ہے، اگر کسی ایک میں کمی رہ گئی یا ہم نے چھوڑ دیا تو ہمارا دین مکمل نہیں ہوگا۔ وہ پانچ شعبے یہ ہیں (۱) اعتقادات (۲) عبادات (۳) اخلاقیات (۴) معاملات (۵) معاشرت، یاد رکھیں کہ معاشرت کا ایک بہت وسیع مفہوم ہے مثلاً اس میں ایک دوسرے کے ساتھ رہنا اور باہم کھانا پینا بھی شامل ہے۔

اسلام نے ہمیں چھوٹی سے چھوٹی چیز، اور بڑی سے بڑی چیز تک صحیح رہنمائی فرمائی ہے۔ انہی میں سے کھانے پینے کے طور طریقے بھی ہیں۔ لیکن افسوس کہ ہم میں سے اکثر تعلیماتِ نبوی سے ناواقف رہتے ہیں، اگر ہمیں معلوم بھی ہو تو عموماً اپنی زندگی میں اپناتے نہیں ہیں، عموماً عوام الناس کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتے اور یاد بھی نہیں آتا ہے۔ جبکہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کھانا کھانے میں بسم اللہ بھول جاؤ تو ''بسم اللہ اولہٗ وآخرہٗ'' پڑھ لیا کرو۔

کھانے میں عیب لگانا-نکالنا

اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کھانے میں عیب نکالتے ہیں کہ ایسا ہے ویسا ہے، بہت ٹھنڈا ہے، گرم ہے، اچھا نہیں ہے، نمک کم ہے یا زیادہ ہے۔ عورتیں اتنی محنت ومشقت سے گرمی سردی برداشت کرکے اپنے کئی گھنٹے قیمتی وقت لگا کر کھانا تیار کرتی ہیں اور ہم اپنی بے لگام زبان کو ایک لقمہ کھاتے ہی ناشکری کے طور پر حرکت دیے دیتے ہیں اور اپنی عورتوں کی محنت پر یکدم پانی پھیر دیتے ہیں، حالانکہ

حدیث شریف میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"ما عاب النبی ﷺ طعاما قط، إن اشتهاه أكلهٗ وإن كرهه تركهٗ " (متفق علیہ، مشكوٰة شريف ص 346 كتاب الاطعمة)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے میں کبھی بھی عیب نہیں نکالا، اگر پسند ہوتا تو کھالیتے اور اگر ناپسند ہوتا تو چھوڑ دیتے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کھانے میں عیب یہ ہے کہ نمک کم ہے، کھٹا ہے، پتلا ہے کچا ہے وغیرہ، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے میں نہ تھوڑا عیب اور نقص نکالتے نہ زیادہ نہ حالتِ رضا میں نہ حالتِ غضب میں، نہ گھر نہ باہر نہ مہمانی میں نہ میزبانی میں۔

کھانے میں عیب نکالنا بہت بری عادت ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کی ناشکری ہے۔ کھانا بنانے والے کی دل شکنی ہوتی ہے لہٰذا وہ عیب جُو سے نفرت کرنے لگتی ہے، ہمارا طرزِ عمل یہ ہونا چاہئے کہ ہم کھانا بنانے والے کی تعریف کریں، یہ بڑے اونچے اخلاق کی بات ہے ہم اگر بیویوں کو کچھ دے نہیں سکتے تو کھانے کی اور بنانے والے کی تعریف کرکے دل خوش تو کرسکتے ہیں۔

یہ بات یاد رکھیں کہ کہا جاتا ہے کہ عورت کو جتنی طاقت کھانا کھانے سے نہیں ملتی اس سے کہیں زیادہ اسے قوت اس کے بنائے ہوئے کھانے کی تعریف سے ملتی ہے، لہٰذا ماشاء اللہ کہنا چاہیے اور تعریفی الفاظ مثلاً آج کا کھانا ایسا ہے کہ شاید دنیا میں کسی نے ایسا نہ بنایا ہو اور تمہارے ہاتھ میں کمال ہے، تمہارا ہاتھ جس کھانے میں لگ جائے وہ سونا بن جاتا ہے وغیرہ، اس طرح کی بات سن کر اس کا دل باغ باغ ہوجائے گا، وہ مسکرائے گی اور مزید خوش دلی اور لگن سے کام کرے گی اور اگر عادت عیب جوئی کی ہوگی تو آپس میں نفرتیں جنم لینے لگیں گی اور عورت خوش وخرم ہوکر کسی بھی کام کو سرانجام نہیں دے گی۔ یہ بات پیشِ نظر رہے کہ ہمارے اندر ٹیک لگانے کا معمول بن گیا ہے اس کا اثر ہمارے کھانے پینے میں بھی دکھائی دیتا ہے، بہت سے لوگ ٹیک لگا کر کھانا کھاتے ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"أما أنا فلا آكل متكئا" (ترمذی شریف) کہ میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔ ایک بری عادت یہ بھی ڈراتی ہے کہ عام طور پر گھروں میں بغیر دسترخوان بچھائے کھانے کا معمول بنتا جارہا ہے، دسترخوان بچھا کر ایک ساتھ کھانا چاہیے کیونکہ "البرکۃ مع الجماعۃ"۔

ہمارے کھانے کے ساتھ ساتھ پینے میں بھی بے اعتدالی ٹپکتی ہے، پورا گلاس ایک سانس میں اپنے اندر انڈیل لیتے ہیں ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اونٹ کی طرح ایک ہی

بار میں پانی نہ پیا کرو''۔ معلوم ہوا کہ پورے گلاس کو ایک بارگی پی جانا اور غٹ غٹ کر کے پینا جانوروں کا طریقہ ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانی کو تین سانس میں پیو۔

اب ہم ذیل میں ترتیب وار چند کھانے پینے کی چیزوں کے آداب کا ذکر کر رہے ہیں امید ہے کہ قارئین کے لیے نفع بخش ثابت گی:

(۱) بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا۔

(۲) کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو دُھلیں، لیکن کھانے سے پہلے ہاتھ دھلنے کے بعد رومال یا تولیہ وغیرہ سے ہاتھ نہ پوچھیں کہ بسا اوقات رومال وغیرہ کے جراثیم ہاتھ میں سرایت کر جائیں گے پھر دھونا نہ دھونا برابر ہو جائے گا اور ممکن ہے کہ تولیہ وغیرہ خوب صاف نہ ہو۔

(۳) اپنے سامنے سے کھائیں۔

(۴) چھوٹے چھوٹے لقمے کھائیں۔

(۵) کھانا اچھی طرح سے چبا کر کھایا جائے۔

(۶) جل کر نہ کھائیں، جلتا ہوئے کھانے سے پرہیز کریں، جلا کر بھی کھانے سے پرہیز کریں۔

(۷) دورانِ طعام خوش کن اور فرحت بخش گفتگو ہو، غم والم کی باتیں نہ ہوں۔

(۸) کھانے پینے کی چیزوں میں پھونک نہ مارا جائے۔

(۹) کھانا کھانے کے بعد اپنے پلیٹ وغیرہ کو خوب اچھی طرح سے صاف کر لیں۔

(۱۰) انگلیوں کو چاٹیں۔

(۱۱) بقدرِ ضرورت کھانا لیا جائے اور کھانے کو ضائع نہ کیا جائے۔

(۱۲) پانی بیٹھ کر دائیں ہاتھ سے تین سانس میں پئیں۔

(۱۳) فراغت کے بعد دعاء پڑھیں۔

تنقید

(طنز و مزاح)

دیکھنے میں تو یہ ایک بہت چھوٹا سا لفظ ہے، لیکن ''نقد'' سے بنا یہ لفظ اپنے اندر بے پناہ کڑواہٹ لیے ہوئے ہے، اگر کسی کو مہذب انداز میں برا بھلا کہنا ہو، اور اس کی کسی کمی کو سامنے لانا ہو تو اسی تنقید کا سہارا لیا جاتا ہے، کہنے کو تو لوگ تنقید کی دو قسمیں بھی کر چکے ہیں۔

ایک قسم تنقید برائے تنقید اور دوسری قسم تنقید برائے اصلاح، جس کو تنقید صالح کا بھی لبادہ اڑھایا جاتا ہے۔

تنقید کی پہلی قسم میں ناقد جی بھر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالتا ہے، اس میں کبھی کبھی مہذب انداز بھی اختیار کیا جاتا ہے، تو کبھی کبھی بالکل کھل کر کھری کھوٹی سنا دی جاتی ہے، اور یہ تنقید کبھی تحریری ہوتی ہے، تو کبھی تقریری۔ تحریر میں تو کبھی کبھار کچھ حد تک پاس لحاظ کر لیا جاتا ہے، اور تہذیب کا چولہ اڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے، لیکن اگر یہی تنقید تقریری ہو جائے تو خدا کی پناہ.. تنقید کرنے والا جی بھی کر اپنے دل کی بھڑاس نکالتا ہے، کوئی بھی، کہیں بھی، کسی کو بھی، کچھ بھی بے نقط سنا کر اپنے دل کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے، اور اس صورت میں ناقد کو بہت سکون محسوس ہوتا ہے، نیند بھی کافی بہتر آتی ہے.. تنقید کی اس قسم میں تنقید کرنے کے لئے کسی علم اور جانکاری کی ضرورت نہیں ہوتی، نہ ہی بہت زیادہ پڑھا لکھا ہونا ضروری ہے، اور تو اور، عمر اور تجربہ کی بھی ضرورت نہیں ہوتی.. تنقید کی یہ قسم ان سب چیزوں سے مبرا ہوتی ہے، بس اس کے لیے دل میں حسد کی ایک کونپل پھوٹنی چاہیے، اس کے بعد کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی.. حسد اور جلن آگے کے سارے مراحل بحسن وخوبی طے کرا دیتے ہیں۔

تنقید کی دوسری قسم (تنقید برائے اصلاح) بڑی جی دار قسم ہے، کہنے کو تو یہ قسم ہر جگہ پائی جاتی ہے، مگر موجودہ دور میں یہ قسم تقریباً مفقود ہو چکی ہے، بہت کم جگہ یہ پائی جاتی ہے، جہاں کچھ خلوص ہوتا ہے، وہاں سے اس کا کبھی کبھار گذر ہو جاتا ہے، ورنہ تو اس کی آڑ میں ہر ایرا غیرہ اپنی غیرت ایمانی کو جگانے کی ناکام کوشش میں لگا رہتا ہے۔

تنقید صالح کے نام پر کسی کی بھی غیرت کو بھرے بازار میں بیچ کر اپنے آپ کو صالح بننے کے زعم فاسد میں مبتلا ہو جاتا ہے، یہ بڑی خطرناک بیماری ہے، جو مرتے دم ساتھ نہیں چھوڑتی.. یا پھر اللہ ہی جس پر اپنا کرم کر دے۔

بات ہی کچھ اور ہے!

حبیبؔ اعظمی

نور و نکہت کے سماں کی بات ہی کچھ اور ہے
علم و حکمت کے جہاں کی بات ہی کچھ اور ہے

ہیں نبیؐ، اصحابؓ کے جُھرمٹ میں، مہرِ ضوفشاں
کہکشاں در کہکشاں کی بات ہی کچھ اور ہے

کوثر و تسنیم اور فردوس کے باغات ہوں
سبز گنبد کے مکاں کی بات ہی کچھ اور ہے

عفو و رحم و صدق و اخلاق و وفا کے ساتھ ہی
انؐ کے سوز و دردِ جاں کی بات ہی کچھ اور ہے

کیا ادا تھی، کیا کشش تھی، کیا لب و لہجہ وہ تھا
ہاں بلالیؓ اُس اذاں کی بات ہی کچھ اور ہے

ہیں کتابیں لاکھ صدہا لاکھ لیکن جان لو
اِک کتابِ آسماں کی بات ہی کچھ اور ہے

ہستیاں مشفق، مکرّم، محترم ہیں بے شمار
اپنے والد، اپنی ماں کی بات ہی کچھ اور ہے

ہوں تو ویسے میں سراپا پیکرِ ظلم و خطا
فضل ربِّ دو جہاں کی بات ہی کچھ اور ہے

نعت لکھتے ہیں حبیبؔ الاعظمی، ویسے بہت
تیرے جیسے مدح خواں کی بات ہی کچھ اور ہے

ہندوستان کے موجودہ حالات میں

’’حلف الفضول‘‘ کی اہمیت

محمد سالم سریانوی، ناظم تعلیمات جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور

اِس وقت وطن عزیز جن حالات ومصائب سے دو چار ہے وہ ناقابل بیان ہیں، جب سے موجودہ حکومت نے زمامِ اقتدار سنبھالا ہے ملک ترقی کے بجائے مشکل ترین حالات سے گزر رہا ہے، اہم حالت سے قطع نظر اس کا پرانا نظریہ ملک کی اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے ساتھ جس طرح کا ہے وہ روز روشن کی طرح واضح ہے، طلاق ثلاثہ قانون، رام مندر کا فیصلہ اور این آرسی وغیرہ ایسے ہتھیار ہیں جس نے ملک کو نفرت، انانیت اور انارکی میں دھکیل دیا ہے، روز بروز مسائل ومشکلات میں اضافہ ہورہا ہے، کھلے عام مسلمانوں کو چیلنج کیا جاتا ہے، ان پر وحشیانہ طور پر حملہ کیا جاتا اور ہجومی دہشت گردی کرتے ہوئے مسلمانوں کو ابدی نیند سلا دیا جاتا ہے، انگنت مسائل ومصائب ہیں جن کو شمار کرانا اور ہر ایک پر تبصرہ کرنا طویل کام ہے۔

ایسے نازک اور سخت ترین حالات میں مسلمانوں کا قرآن وحدیث کی طرف ہی رجوع کرنا سب سے اہم ہے، یہی دونوں چیزیں ان کے لیے نمونۂ عمل ہیں اور ان میں حالات ومشکلات کا حل موجود ہے، اس ضمن میں سیرت طیبہ کا مطالعہ بہت ضروری ہے، کیوں کہ حالات تو بہر حال تقدیر خداوندی سے ہی ہیں، اس لیے ان کا حل اسی کی عطا کردہ چیزوں میں تلاش کرنا چاہیے۔

سیرت طیبہ کا مطالعہ بہت وسیع ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی ومدنی ہر دو دور میں راہنما ہدایات موجود ہیں، ہندوستان کے موجودہ حالات کے تناظر میں جہاں اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے خلاف مسلسل سازشیں بنی اور تیار کی جارہی ہیں باہمی اتحاد، مظلوم کے تعاون اور ظالم کو باز رکھنے کے لیے ہر ممکن کوشش کے نظریہ پر آنا لازم ہے، اس بابت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کا مشہور واقعہ ’’حلف الفضول‘‘ بہت اہم ہے، یہ واقعہ اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی بنائے جانے سے پہلے کا ہے، لیکن اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد اس واقعہ کا تذکرہ فخر کے طور پر فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ ’’میں اس معاہدہ میں شریک تھا جو عبداللہ بن جدعان کے گھر میں ہوا تھا، اگر مجھے اسلام کے زمانہ میں اس طرح کے معاہدہ میں دعوت دی جائے گی تو ضرور جاؤں گا‘‘۔(۱)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کہ میں اپنے چچاؤں کے ساتھ ''حلف المطیبین ''(حلف الفضول) میں شریک ہوا تھا جب کہ میں بچہ تھا، پس مجھے یہ پسند نہیں کہ اس معاہدہ کے بدلے مجھے سرخ اونٹ ملیں اور میں اس معاہدہ کو توڑ دوں''۔(۲)

زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے یہاں آپسی لڑائی، خاندانی دشمنی اور قبائلی عصبیت کا خوب دور دورہ تھا، اسی پر ہر وقت ان کے درمیان چپقلش اور لڑائی جاری رہتی تھی، لاء اینڈ آرڈر کا کوئی نظام ہی نہیں تھا، جو طاقت ور ہوتا وہ اپنے سے کمتر کو یرغمال بنالیتا تھا، آپ ﷺ کی نوجوانی میں جب کہ آپ کی عمر بیس سال کی تھی عربوں میں اسی قسم کی ایک لڑائی ہوئی تھی، جس کو ''حرب الفجار'' کے نام سے جانا جاتا تھا، یہ لڑائی حرمت کے مہینے میں تھی اور اس میں گالی گلوج اور ظلم وستم خوب ہوا تھا، اسی لیے اس کا نام ''حرب الفجار'' پڑ گیا۔(۳)

''حرب الفجار'' کے چند مہینوں کے بعد مکہ میں بقائے باہم کا ایک اہم معاہدہ ہوا، جس میں قریش کے کئی قبائل شریک تھے، اس معاہدہ میں ظلم کو روکنے اور مظلوم کی دادرسی پر معاہدہ ہوا تھا، اسی معاہدہ کو ''حِلف الفضول'' کا نام دیا گیا ہے۔

''حلف الفضول'' کا پس منظر یہ ہے ملک یمن کے ایک قبیلہ ''بنوزبیدہ'' کا ایک تاجر شخص مکہ آیا، اس نے مکہ کے تاجر عاص بن وائل سے کچھ خرید وفروخت کی، عاص بن وائل نے اس کا سامان خرید لیا، پر اس پردیسی کی قیمت ادا نہیں کی، پردیسی نے اپنے حق کی وصولیابی کے لیے مختلف قبیلوں کے سرداروں سے ملاقات کی، لیکن نتیجہ صفر ہی رہا، دوسرے دن سورج نکلتے وقت وہ ''جبل ابوقبیس'' پر چڑھ گیا اور بلند آواز سے اپنی عاجزی و بے بسی کو اشعار میں بیان کیا، اس کے اشعار میں اتنا درد اور سوز تھا کہ قریش مکہ کے مختلف قبائل اکٹھا ہو گئے۔

اس یمنی کے اشعار سن کر سب سے پہلے آپ ﷺ کے چچا زبیر بن عبد المطلب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ کیا اس اجنبی کو بے یار و مددگار چھوڑا جا سکتا ہے؟ اس پر قبیلہ بنو ہاشم، زہرہ اور تیم بن مرہ کے لوگ اکٹھا ہوئے اور عبد اللہ بن جدعان کے گھر پہنچے، اس نے ان لوگوں کے لیے کھانا بنوایا، وہیں ان سب حاضرین نے آپس میں معاہدہ کیا اور قسم کھائی کہ مظلوم کی مدد کریں گے اور ظالم کو ظلم سے روکیں گے۔

یہ سارے لوگ کھانے اور معاہدہ کی تکمیل کرنے کے بعد وہاں سے نکلے اور عاص بن وائل کے گھر پہنچے، اس کو باہر بلایا اور عاص سے قیمت وصول کر کے اس اجنبی کو دلائی، جس سے اس کا حق وصول ہوا۔(۴)

اس معاہدہ میں درج ذیل اہم دفعات تھیں:

(۱) مظلوم کی ہر ممکن مدد کی جائے گی اور اس کے لیے ایک جان کی طرح رہیں گے۔
(۲) ظالم کو ظلم سے روکیں گے، چاہے اس کے لیے کچھ بھی کرنا پڑے۔
(۳) روزی روٹی کے لیے ایک دوسرے کا تعاون کریں گے۔
(۴) اس معاہدہ پر آخری دم تک باقی رہیں گے۔(۵)

حلف الفضول اور موجودہ حالات!

موجودہ حالات کے تناظر میں اس معاہدہ پر غور کرنے اور اس کی دفعات پر سماج کے مختلف طبقات کو جوڑنے کی ضرورت ہے، اس وقت وطن عزیز جن مشکلات ومصائب سے دوچار ہے وہ بیان سے باہر ہے، ظالموں کا تسلط ہے، سفاکی وبربریت کا دور دورہ ہے، مظلوموں کا کوئی سہارا نہیں، جمہوریت گرچہ ہے، لیکن اس کا نفاذ کمزور و ناقص ہے، اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کا ساتھ جو سوتیلا اور ناروا برتاؤ ہے وہ موجودہ برسر اقتدار حکومت کی روشنی میں دیکھا جاسکتا ہے، مسلمانوں کی جان، مال اور عزت وآبرو محفوظ نہیں ہے، گائے کی حفاظت کے نام پر سینکڑوں بے گناہوں کی لنچنگ کا لامتناہی سلسلہ نہ تھمنے کا نام لے رہا ہے، عائلی مسائل اور پرسنل لاء میں مداخلت جاری ہے، صدیوں سے قائم بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر جاری ہے اور این آرسی کے نام پر مسلمانوں کو شہر بدر کرنے بھی تیاری ہے، یہ اور دوسرے بہت سے مسائل نے مسلمانوں کو جن مشکلات سے دوچار کیا ہے وہ تاریخ کا ایک تلخ باب ہے، اس لیے ایسے نازک حالات میں ''حلف الفضول'' کی روشنی میں مسلمانوں، دوسری اقلیتوں اور انصاف پسند عوام کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے اور مجتمع کرنے کی ضرورت ہے، جس طریقے سے مکہ میں ایک زمانہ سے جاری ظلم وبربریت کے نظام کو چند غیور لوگوں کی وجہ سے ختم کردیا گیا اور انصاف وادائے حقوق کا نظام متعارف کرایا گیا، اسی طریقے سے وطن میں محنت کرنے کی ضرورت ہے، آرایس ایس اور ہندتو کے جس نظام کو ملک میں نافذ کرنے کی کوششیں جاری ہیں اور کھلے عام مسلمانوں کو ختم کرنے کی پلاننگ کی جارہی ہے اس کے مقابل اس طرح کی مثبت اور اجتماعی کوششیں حال اور مستقبل کے لیے بہت اہم ثابت ہوں گی، سیاسی میدان میں بھی اس فارمولے کو اپنا کر ظالم وجابر حکمرانوں پر نکیل کسی جاسکتی ہے اور جس خواب کو ہندوستان میں سچ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اس کو بے اثر کیا جاسکتا ہے۔

وطن عزیز میں اقلیتوں اور انصاف پسند برادران وطن کی ایک بڑی تعداد رہتی ہے، جن سے بقائے باہم کے اصول پر سمجھوتا کرنا کچھ بھی مستبعد نہیں، حالات سے منھ موڑنا اور اس کے لیے کوئی لائحۂ عمل طے نہ

کرنا بربادی کا بیّن ثبوت ہے، اس تعلق سے پہلے بھی کوششیں ہوئی ہیں اور اب بھی کسی نہ کسی حد تک جاری ہیں، لیکن یہ کافی نہیں ہیں، اس سمت میں منظم اور مستحکم طریقے سے ملک گیر کام کرنے کی ضرورت ہے، چھوٹے چھوٹے علاقوں سے لے کر بڑے بڑے شہروں تک اجتماعی نظام بنا کر مفید کام کیا جاسکتا ہے۔

اس ضمن میں چند معروضات پیش خدمت ہیں:

(۱) ملکی طور پر ملی اتحاد کی عملی کوشش ہو، جس میں بقائے باہم کے اصول پر کام کیا جائے، ملک کے وہ مسائل جن سے یہاں کی اقلیتیں دو چار ہیں ان پر اتفاق کیا جائے اور ایک پلیٹ فارم بنا کر متحدہ کوشش کی جائے، اس کے لیے سکھوں، عیسائیوں، دلتوں اور انصاف پسند برادران وطن کو شامل کیا جائے، اگر اس اتحاد میں کامیابی مل جائے تو ملک کا نقشہ بدل جائے گا، اس اتحاد کے لیے وقتی مفاد، ذاتی غرض اور نفسانی خواہش کو پس پشت ڈالنا پڑے گا، اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ایک ہی مرحلے میں یہ کام ہوجائے، اس کے لیے بہ تسلسل کوشش کی ضرورت ہوگی، ملک کے حالات ایسے نہیں ہیں کہ ہم اتحاد کے بغیر کچھ کر پائیں، آپ ﷺ نے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد وہاں کے یہودیوں کے ساتھ بقائے باہم کے اصول پر ایک اہم معاہدہ کیا تھا، جس کو ''میثاق مدینہ'' کے نام سے جانا جاتا تھا، اس طرح کے خونی حالات میں ان خطوط پر عمل کرنا نہ صرف مفید ہوگا؛ بل کہ آئندہ کے لیے بہت اہم پیش رفت ہوگی۔ ان شاء اللہ

(۲) موجودہ نازک حالات میں جب کہ سنگھی میڈیا کو کھلی آزادی حاصل ہے، چھوٹے چھوٹے نیتاؤں کے بھڑکیلے بیانات آتے رہتے ہیں، ان کی روک تھام اور قانونی کاروائی کے لیے مستقل ایک کمیٹی کے قیام کی ضرورت ہے، جو ملکی طور پر پیش آنے والے حالات کا مستقلاً جائزہ لیتی رہی اور باہم رائے مشورہ کرکے قانونی چارہ جوئی کرے، بارہا یہ دیکھا گیا ہے اور اب بھی جاری ہے کہ اگر مسلمانوں یا اقلیتوں کی طرف سے کوئی ایسا بیان یا تحریر آتی ہے، جس میں کچھ ہیر پھیر کرکے مطلب بدلا جاسکتا ہے، گرچہ وہ غلط ہی مطلب کیوں نہ ہو، اس پر ایف آئی آر درج کرادی جاتی ہے اور آناً فاناً قانونی کاروائی کے نام پر پولیس صاحب معاملہ کو اٹھالیتی ہے، پھر نئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور آگے نامعلوم مدت تک جیل کی سلاخوں کے پیچھے رہنا پڑ جاتا ہے، اس کے بالمقابل اگر اکثریتی فرقہ کا کوئی لیڈر الٹا سیدھا بیان دیدے، جو چاہے کہہ دے؛ بل کہ کھلے عام مسلمانوں کے قتل کی دھمکی بھی دیدے تو کچھ نہیں ہوتا، نہ ہی ایف آئی آر درج ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی گرفتاری ہوتی ہے؛ بل کہ الٹا مسلمانوں کو ملزم ٹھہرا دیا جاتا ہے، مثال کے لیے ہریدوار میں ہوئے ''دھرم سنسد'' کے بیانات کو دیکھ اور سن سکتے ہیں، جہاں دھڑلے سے ملک مخالف بیانات دیے گئے، لیکن کاروائی کے نام پر صفر درجے کی کوشش کی گئی، اسی طرح مسلم خواتین کی بولی اور خرید

وفروخت کے لیے ایپ بنائے گئے اوران کی تصاویر کو ان پر اپلوڈ کیا گیا،لیکن کاروائی کرتے کرتے وقت لگ گیا،بعد میں کچھ اہم گرفتاریاں بھی ہوئیں،لیکن آگے کیا ہوگا، کچھ کہا نہیں جاسکتا،اس لیے ضرورت ہے کہ ایک متحدہ قانونی لیگل کمیٹی تشکیل دی جائے،جس کی مختلف برانچیں ملک میں پھیلائی جائیں،تا کہ ہر جگہ کے حالات کا علم ہو اور حسب ضرورت کام کرنے میں آسانی ہو۔اس سے انکار نہیں کہ مختلف جماعتیں اور تنظیمیں اس کی مسلسل کوششیں کررہی ہیں،لیکن ان کے درمیان باہم اتحاد کی ضرورت ہے،ساتھ ہی دوسری اقلیتوں کو بھی کسی نہ کسی درجہ میں شامل کرنے کی ضرورت ہے،تا کہ کام کرنے میں سہولت ہو۔

(۳) چھوٹے چھوٹے محلوں اور علاقوں میں ایک مشترکہ اتحادی پلیٹ فارم مہیا کرایا جائے،اور ایک متحدہ نظام کے تحت قانونی دائرہ میں رہتے ہوئے حفاظت خوداختیاری کی تربیت دی جائے،نئی نسل کو اہم اور ضروری امور میں مشغول رکھنے کی کوشش کی جائے،مشکل اور نازک حالات سے مقابلہ کے لیے اسی اتحادی پلیٹ فارم کو استعمال کیا جائے،تا کہ پیش آمدہ نازک حالات کا بآسانی مقابلہ کیا جاسکے، چھوٹی جگہوں پر بظاہر یہ کام آسان ہے،جب کہ تجربہ اس کے خلاف کہتا ہے،لیکن کوشش بہر حال نفع بخش ہوتی ہے،اس لیے اس کی کوشش کرنا چاہیے،میرے خیال سے پہلے نمبر کی کوشش کے لیے یہ نمبر بہت اہم ہے اور بنیادی کردار کا حامل ہے۔

واللہ والموفق وعلیہ التکلان

حواشی:

(۱) ابن کثیر: البدایہ والنہایہ: ۳/۴۵۶،دار ہجر دمشق
(۲) مسند امام احمد بن حنبل،رقم الحدیث: ۱۶۵۵،صحیح ابن حبان،رقم الحدیث: ۴۳۷۳
(۳) ابن کثیر: البدایہ والنہایہ: ۳/۴۵۹،،علامہ سہیلی،الروض الانف: ۲/۷۰
(۴) علامہ سہیلی،الروض الانف: ۲/۷۱
(۵) ابن کثیر: البدایہ والنہایہ: ۳/۴۵۷

تاثرات

(۱)

معزز اراکین و متعلقین ندائے فضلاء السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(ترمیم کے ساتھ) بڑی آسانی سے پیدا ہوگیا چمن میں دیدہ ور دیکھو

میرے مشفق و مربی حضرت مولانا مفتی احمد الراشد صاحب مدظلہ العالی جیسی ہمہ جہت جامع الکمالات شخصیت جن کی زیر سرپرستی وزیر نگرانی ہمیں بھی منجانب اللہ ایک ایسی متحرک فعال اور نابغہ روزگار شخصیت ملی ہے جو ایک طرف حامل دین وشریعت تو دوسری طرف عامل قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ ہمارے لیے نمونہ سلف کھلی مثال ہے، حضرت مولانا مفتی محمد سالم صاحب قاسمی کی کاوشیں ہمارے لیے مشعل راہ ہونے ساتھ ہماری کامیابی کے لیے صد فیصد لائق تقلید ہیں، برقی رسالہ ندائے فضلاء کی از سر نو تجدید اور اسکو منظم طریقے سے اشاعت کرنے میں آپ کا وافر حصہ لائق تحسین ہے۔رب العزت کی بارگاہ میں ہم دعا گو ہیں ندائے فضلاء کے تمام متعلقین کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور قارئین کے لیے نفع بخش اور کاتبین کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔آمین

حضرت مولانا طاہر انوار صاحب قاسمی، استاذ مدرسہ نور الاسلام ولید پور

(۲)

بادی النظر میں رسالہ اچھا ہے اور مشمولات بھی خوب ہیں۔رسالے کے ارباب ادارت شکریے کے مستحق ہیں۔اللہ سب کو ترقیات سے نوازے۔رسالہ کے معیار اور تسلسل کو بہر صورت قائم رکھنے اور وقت مقررہ پر اشاعت کا اہتمام کرنے سے رسالہ کی افادیت میں اضافہ ہوگا۔ان شاء اللہ

مولانا اظہار الحق صاحب قاسمی بستوی

(۳)

ماشاء اللہ، دو ماہی برقی رسالہ بنام ندائے فضلاء باصرہ نواز ہوا، اس دینی وعلمی رسالہ کی سرپرستی ایک جید اور مقبول عالم دین و ماہر مفتی حضرت مولانا مفتی احمد الراشد صاحب مبارک پوری مدظلہ العالی فرما رہے ہیں، اللہ تعالیٰ بصحت وعافیت حضرت کا سایہ عاطفت ہم سب پر دراز فرمائیں۔آمین

مذکورہ رسالہ کے مشمولات کو دیکھا، ماشاء اللہ بہت ہی عمدہ انتخاب ہے، مدیر محترم کا اداریہ بھی بغور پڑھا اور پڑھتا گیا، کیا ہی خوب اچھوتا انداز ہے، ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی کہنہ مشق کی تحریر ہے، اللہ تعالیٰ نے

اتنی کم عمری میں مافی الضمیر کو اتنے اچھے انداز میں ادا کرنے کا سلیقہ عطا فرمایا ہے کہ موصوف قابل رشک وتقلید ہیں، مبالغہ سے قطع نظر اللہ تعالیٰ نے اپنی بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ "ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء" ایں سعادت بزور بازو نیست۔

ایک طویل مدت سے بند رسالہ کا از سر نو برقی شکل میں اجراء کا مکمل سہرا موصوف کے سر ہی جاتا ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور ہو زیادہ۔ راقم نے تمام مضامین کو پڑھا سبھی اچھے ہیں؛ لیکن مولانا محمد یوسف صاحب سریانوی کا مضمون ''ہمارا معاشرہ قرآن کے آئینہ میں'' نسبتاً زیادہ اچھا لگا، اسی کے ساتھ ساتھ مولانا حبیب الرحمن صاحب ابراہیم پوری کی لکھی ہوئی نعت شہہ دیں صلی اللہ علیہ وسلم بعنوان شوق زیارت نے تو چار چاند ہی لگا دیا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس رسالہ کو ترقی دیں، اشاعت دین کا ذریعہ بنائیں، نظر بد سے محفوظ رکھیں، جملہ مساہمین ومعاونین کو اخلاص کے ساتھ پابندی سے نکالنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین۔

مولانا مفتی فیضان احمد صاحب قاسمی نوادوی، استاذ مدرسہ تعلیم الاسلام اعظم گڑھ

(۴)

کچھ دیر قبل دو ماہی برقی رسالہ ندائے فضلاء وہاٹس ایپ پر نظر نواز ہوا، پہلی نظر میں ہی یہ رسالہ خوب سے خوب تر لگا، تین دہائی قبل یہ رسالہ اپنے آپ میں ایک معتبر اور معیاری رسالہ شمار کیا جاتا تھا، پھر کسی وجہ سے اس کی اشاعت میں بریک لگ گیا، اس بریک کو توڑنے کا سہرا مولانا سالم صاحب قاسمی سریانوی کے سر جاتا ہے، جن کے یقیں محکم، عمل پیہم، عزم مصمم اور انتھک کوششوں کی وجہ سے ایک بار پھر اُسی آب وتاب کے ساتھ برقی شکل میں جگمگاتا نظر آرہا ہے، عمدہ مضامین کے انتخاب نے اس رسالے کی اہمیت کو اور چار چاند لگا دیے ہیں۔ نوجوان علماء کی محنت کا ثمرہ یہ رسالہ اپنے دامن میں بہت سی خوبیاں سمیٹے ہوئے ہے، مدیر کے قلم سے نکلا اداریہ ندائے اولیں اپنے آپ میں خود اس رسالے کی کامیابی کی ضمانت دیتا ہوا نظر آتا ہے، منفرد، نرالا اور اچھوتا انداز، جو قاری کو اپنے سحر میں جکڑ لے، اور قاری اسے مکمل کیے بنا نہ چھوڑے، ایسا ہے اداریہ... اداریہ میں رسالہ کے متعلق، ماضی کی تابناکی، حال کی کوششیں، ارادے، خواہشات اور مستقبل کی امیدوں کو بڑے ہی خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے.. مستقبل میں رسالہ کو خوب سے خوب تر بنانے کے لئے پلاننگ اور خاکہ بھی بنایا گیا ہے، جس کو اپنا کر رسالہ کو ہمہ جہت ترقی دی جاسکتی ہے، کسی بھی رسالہ کو نکالنے سے پہلے اس کے مضامین کا انتخاب، مضامین کی ترتیب وتنوع اور صفحات کی تعیین وغیرہ بھی اہم اور مشکل کام ہوتا ہے، اس میں بھی مدیر صاحب صد فیصد کامیاب نظر آتے ہیں، میں نے اس

رسالے کے سارے مضامین پڑھے، سارے ہی مضامین اچھے ہیں، خصوصاً مولانا محمد یوسف صاحب قاسمی سریانوی کا مضمون ''ہمارا معاشرہ قرآن کے آئینہ'' میں تو بہت ہی عمدہ ہے، مضمون لکھنے کا انداز ناصحانہ بھی ہے اور ناقدانہ بھی، معاشرے کی برائیوں پر کہیں ظریفانہ انداز میں طنز کیا گیا ہے تو کہیں اس کا علاج بتا کر زخم پر مرہم رکھنے کی بھی کوشش کی گئی ہے، آخر میں مولانا حبیب الرحمن صاحب ابراہیم پوری کی نعت شوقِ زیارت تو لاجواب ہے، جو بلغ العلی بکمالہ، کشف الدجی بجمالہ، کی عملی تفسیر ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو ترقی دیں، اشاعتِ دین کا ذریعہ بنائیں، اور اسے نظر بد سے بچائیں۔

مولانا وسیم احمد نذیری قاسمی

(۵)

ماشاء اللہ! رسالہ جستہ جستہ دیکھا، اداریہ اور آپ کا مضمون مکمل پڑھا، بہت خوب اور اچھی کوشش ہے، مضامین مختصر مگر علمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ معاونین و مرتبین کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

مولانا محمد فہیم صاحب قاسمی استاذ شیخ الہند انجام شہید و معاون مدیر ماہنامہ المناظر بیلی پار گورکھپور

(۶)

ابھی دو ماہی برقی رسالہ ''ندائے فضلاء'' پڑھ کر فارغ ہوا، ماشاء اللہ رسالہ دیدہ زیب اور تمام تر ظاہری و باطنی خوبی سے آراستہ و مزین ہے۔ اس زمانے میں جب کہ لوگ اپنے قیمتی اوقات کو لایعنی کاموں میں ضائع کر دیتے ہیں ایسے وقت میں ایک علمی قصبے کی علمی شخصیات کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا یہ بہت ہی قابل ستائش قدم ہے، اس کے لیے کوشش کرنے والے تمام فضلاء قابل مبارک باد ہیں۔ ہمارے بہت ہی مخلص دوست محب مکرم مولانا محمد شاہد صاحب مظاہری کا حکم ہوا کہ اس رسالہ پر کچھ تبصرہ کر دوں۔ میں تبصرہ کیا کرتا مجھے تو مافی الضمیر کی ادائیگی کو الفاظ کا جامہ پہنانا بھی نہیں آتا؛ مگر امتثالاً للحکم چند سطریں تحریر کر رہا ہوں۔ زمانہ بہت ہی تیزی کے ساتھ گزر رہا ہے، اور انسان بھی زمانے کی رفتار کے ساتھ تیزی سے سفر کر رہا ہے، اب پہلے والا علمی ذوق بھی باقی نہیں رہا، عام طور پر لوگ رسائل کو خریدتے نہیں، اس کی طرف بے التفاتی بہت زیادہ بڑھ گئی ہے، ایسے میں منتظمین کا برقی رسالہ نکالنا قابل ستائش عمل ہے۔ تمام مضامین کو شروع سے آخر تک پڑھ ڈالا، تمام ہی مضامین بہت عمدہ ہیں، اس رسالہ کی خوبی کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اصحاب قلم کا بہت بڑا مجموعہ اس سے وابستہ ہے۔ مدیر اعلی صاحب نے مرور ایام کے ساتھ اس رسالہ کو جب کہ وہ ایک طرح ناپید ہو گیا تھا اسے کس طرح زندہ رکھا جائے، اس کے لیے کوششوں کا تذکرہ بہت ہی درد بھرے انداز میں کیا ہے۔ اسی طرح تنظیم کے لیے عملی کوششوں کا بھی ذکر کیا اور لائبریری کو نئے

سرے سے منظم کرنا، اس کے لیے لائحہ عمل تیار کرنا تمام باتیں بہت ہی خوبصورت انداز میں تحریر کی ہیں۔اسی طرح یہ رسالہ زمانہ حال کے اعتبار سے پیش آمدہ ضرورت اور اصلاح معاشرہ کے لیے طریق کار، اور ہماری اصل کامیابی کے لیے جن قدسی صفات اصحاب کے عمل کو نمونہ بنایا گیا ہے ان پر کچھ ناعاقبت اندیش افراد کی طرف سے ریشہ دوانیاں ہورہی ہیں، ان کے اوصاف پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ابھی کچھ دنوں قبل وفات پانے والی مشہور علمی شخصیت کی زندگی کے مخفی گوشوں پر بھی خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ایک ادنی سی گزارش منتظمین سے کرنا چاہتا ہوں کہ اس رسالہ کے صفحات کی ضخامت کچھ بڑھادی جائے،کم ازکم اڑتالیس (48) صفحات رہیں، اسی طرح یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ مضامین مختصر ہی ہیں، عام طور پر مضامین دو یا تین صفحات تک محدود رہیں تاکہ مجلس ادارت و مجلس مشاورت کے تمام ذمہ داران کچھ نہ کچھ لکھنے کی کوشش کریں۔اللہ تعالی سے دعاکے کہ آپ حضرات کی کوششوں کو قبول فرمائے اور اس رسالہ کو ایک مثالی معاشرہ بننے میں کلیدی کردار ادا کرنے والا بنائے۔آمین

مولانا عبید اللہ شمیم قاسمی مقیم حال العین ابوظبی

....

(صفحہ ۳۴ رکابقیہ)

عقل کے اندھوں نے اسلام کے مرکز کو فحاشی کی آماج گاہ بنانا چاہا ہے اور تبلیغی جماعت برائی کے راستے کو بند کرتی ہے، اسی لیے ان کی یہ ساری ناپاک تگ و دو ہیں، وہ اپنی اس حرکت میں زیادہ دیر تک کامیاب نہیں رہ سکتے، عالم اسلام کے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مرکز اسلام کو ہر قسم کی فحاشی و برائی سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں اور موجودہ عرب حکمراں شاہ سلمان اور ولی عہد محمد بن سلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے عہدہ کا خیال رکھیں، خادم الحرمین ان کا لقب ہے، وہ اس کی پاس داری کریں، امت کی اجتماعیت کو منتشر نہ کریں، افتراق وانشقاق جیسے اعمال سے بچیں اور اللہ کے حضور تائب ہوں، جماعت تبلیغ پر لگائے گئے بے ہودہ الزامات سے رجوع کریں اور اس پر لگائی گئی پابندی ہٹا کر دین کی نشر واشاعت میں اس جماعت تبلیغ کا بھرپور تعاون کریں، جس کی بنیادیں اخلاص وتقویٰ اور خوف خدا پر قائم ہیں، اور جس کی دعوت: کلمہ نماز اور فکر آخرت ہے۔